

ہمدرد

نفس و خیال

فروری ۲۰۲۳

کشمیریہ
داستان

محبت کا
تہوار



رکشہ

تین پھول والے سوار

Hamdard

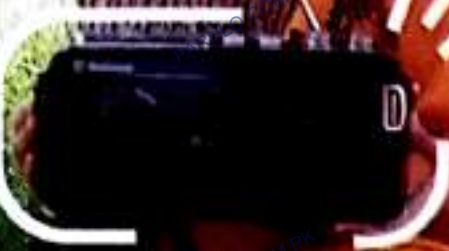
Naunehal

FEBRUARY 2023

URDU, MERI
ZUBAAN

RADIO
DAYS

GLOW IN
THE DARK
PAINT



ہمدرد نسو نسو سال

پیارے شہید حکیم محمد سعید

تھرو پاکستان کابول عزیز ماہ ۱۳۳۳ھ

فروری ۲۰۲۳ء / رجب المرجب ۱۴۴۵ھ شمارہ نمبر ۳ شمارہ نمبر ۱

رابطے کے لیے

۱۶ ویں منزل، بکریہ ٹاؤن ٹاور، طارق روڈ،
پی ای سی ایچ سوسائٹی، بلاک ۲، کراچی

فون نمبر: 021-38244000-38241611 Ex.1612

ای میل برائے کارڈز:

contributionurdu@hamdardfoundation.org

ای میل برائے اشتہارات:

Infonaunehal@hamdardfoundation.org

آن لائن سکرپشن

www.naunehal.com

قیمت عام قارئین: ۱۲۰ روپے
قیمت خاص قارئین: ۱۵۰ روپے
آن لائن سالانہ سکرپشن: ۱۵۰ روپے
۸ امریکی ڈالر (بین الاقوامی ریٹ)
۱۵ امریکی ڈالر (بین الاقوامی ریٹ)
۹۰ امریکی ڈالر (بین الاقوامی ریٹ)

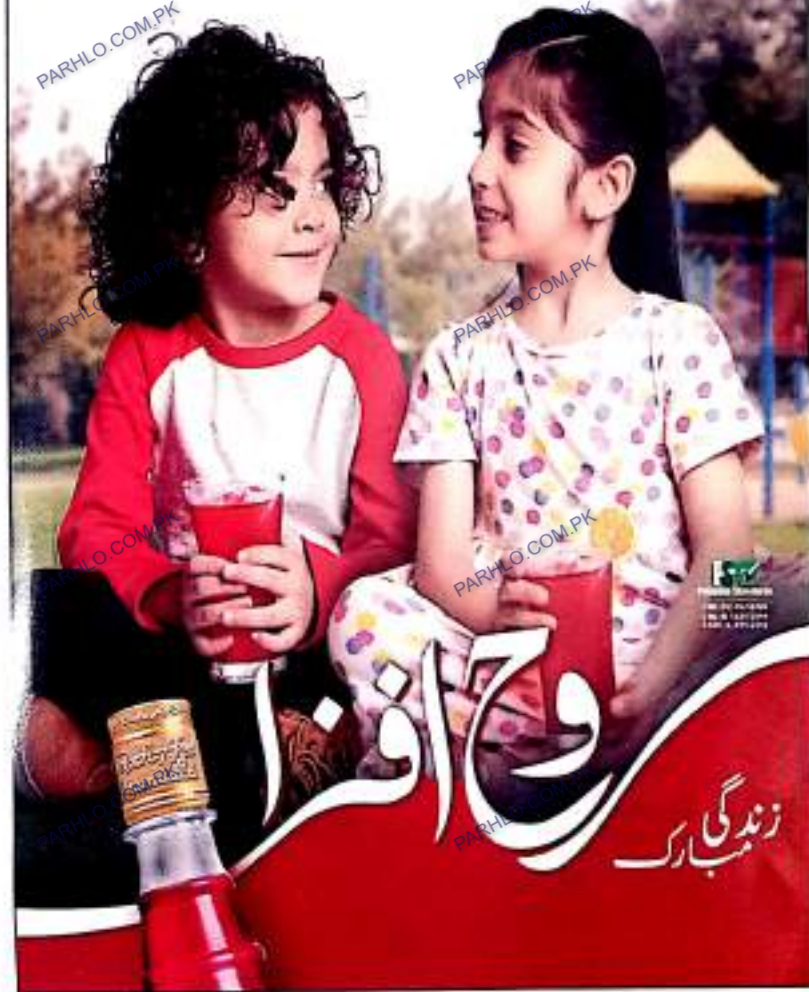
ISSN 02 59-3734

پبلشر سعید دانش نے اس پر غور کرنا چاہتا ہے کہ اگر ادارہ مطلوبات تھرو، بکریہ ٹاؤن ٹاور، طارق روڈ، کراچی سے شائع کیا۔

ہمدرد

عائیت ہے چچے لایو!

فوشی کا ہر لمحہ



۳	•	سليم قرشي	بہائی بات
۵	•	شہید حکیم محمد سعید	جاگو جاگو
۶	•	نویسہ رمضان مغل	عبد باری تعالیٰ
۷	•	تائب چو پندری	نعت رسول مقبولؐ
۸	•	نخشہ گل چمن	روشن اقوال
۹	•	دانش ارشاد	واستانِ کشمیر
۱۲	•	شاملہ سحر	سچائی (نظم)
۱۳	•	جاوید چودھری	قدرت کی تنبیہ
۱۵	•	جاوید بسام	بلا عنوان انعامی کہانی
۲۵	•	محمد قاروق دانش	بیکر عزم
۲۸	•	ڈاکٹر محبوب راہی	سچ بولنا پڑا (نظم)
۲۹	•	ریما تادیب	مادری زبانوں کا عالمی دن
۳۱	•	حافظہ ثناء اللہ	سات زبانیں
۳۳	•	بجیر احمد بھٹی	جلتے ہوئے نوٹ
۳۷	•	جدون ادیب	مشکل فیصلہ
۴۱	•	حکیم محمد سعید	سعید سیاح ترکی میں (۲)
۴۷	•	اویس حفیظ	محبت کا تہوار
۴۹	•	کرشن پری	ہم نے پڑھی انگریزی



۵۳	•	محمد عبدالرحمن غازی	ہماری کائنات (۳)
۵۶	•	مہک اکرم	دودھ کا حلوا
۵۷	•	ایکڑ شاغوری	ہندو تو نہال اسیلی
۶۱	•	نسرین شاہین	رکشا - شادی سواری
۶۳	•	غوش ذوق تو نہال	بیت بازی
۶۵	•	نشا وقار	کالا چڑھ
۶۷	•	بجیل روی	بڑی عادت
۷۰	•	عروج سعد	نیک کام
۷۳	•	ڈاکٹر طارق ریاض	کچھ لوہ کچھ دو
۷۷	•	نخشہ گلستاں	علم در پیچ
۷۹	•	نخشہ مزاح نگار	ہنسی مگر
۸۲	•	کھنسنے والے تو نہال	تو نہال ادیب / تصویر کہانی
۸۷	•	ادارہ	تصویر برائے کہانی
۸۸	•	نخشہ فن کار	تو نہال مصور
۹۱	•	سليم قرشي	معلومات افزا - ۳۲۲
۹۲	•	ادارہ	جوابات معلومات افزا - ۳۲۰
۹۳	•	ادارہ	انعامات بلا عنوان کہانی
۹۶	•	تو نہال پڑھنے والے	آدھی ملاقات
	•	ادارہ	تو نہال اخت





نوناہالوں کے دوست اور ہمدرد
شہید حکیم محمد سعید کی
یاد رہنے والی باتیں

جاگو جگاؤ

ہر کام میں درمیانی راستہ یا اعتدال ضروری ہے۔ کسی اچھے سے اچھے کام میں بھی انتہا کی طرف جانا خود اس کام کے لیے بھی اچھا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اُمت وسط کہا ہے، یعنی درمیان کا راستہ اور اعتدال کا طریقہ مسلمانوں کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ خرچ کر کے بھی اعتدال کو پیش نظر رکھنا چاہیے۔ نہ اتنا کم خرچ کرے کہ اللہ کی نعمتوں سے ہی اپنے کو محروم کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے اس کے لحاظ سے اپنے پر بھی خرچ کرے اور اپنے متعلقین پر بھی۔ نہ اتنا زیادہ خرچ کرے کہ پھر خود محتاج ہو جائے۔ نہ کچھ بچوئی کرنے اور نہ فضول خرچی۔ کفایت سے کام لینا چاہیے۔ کفایت کا مطلب یہی ہے کہ اتنا خرچ کرے جتنا کافی ہو۔

قرآن حکیم کی سورہ بنی اسرائیل میں ہے: ”نہ اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ رکھ، نہ اس کو بالکل ہی کھول دے کہ بعد میں حسرت زدہ بن کر بیچارہ جائے۔“ (ترجمہ: آیت ۲۹)

خرچ کرتے وقت سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ کیا یہ خرچ ضروری ہے اور جو چیز ہم خریدنا چاہتے ہیں، اگر وہ نہ خریدیں تو کیا حرج ہوگا اور اس کے بغیر بھی کام چل جائے گا یا نہیں۔ اگر ہر خریداری کے وقت ہر آدمی اسی طرح سوچنے کی عادت ڈال لے تو میرے خیال میں کافی پیسہ بچ سکتا ہے۔ بعض لوگ نمائشی چیزوں پر بہت پیسہ برباد کرتے ہیں اور ایسے کام کرتے ہیں جن سے سوائے نام و نمائش کے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ یہ تو اور بھی نقصان دہ بات ہے۔ ہمیں ضروری کاموں اور چیزوں پر ہی خرچ کرنا چاہیے۔ اس طرح جو پیسہ بچے گا وہ کل ہمارے بھی کام آئے گا اور قوم و ملک کے بھی۔ ہمارا ملک دوسرے ملکوں کا قرض دار ہے۔ اگر ہم محنت سے کام لیں اور کفایت سے خرچ کریں تو نہ صرف قوم کا قرض ادا کر سکتے ہیں، بلکہ دوسروں کو قرض دے سکتے ہیں۔

(ہمدرد نوناہال فروری ۱۹۸۹ء سے لیا گیا)

ہمدرد نوناہال

پہلی بات

سلیم فرخی

السلام علیکم نوٹا ہوا! یہ ماہ فروری کا شمار ہے، جو کہ یادگار دنوں سے منسوب ہے۔

۵ فروری یوم یک جہتی کشمیر کے طور پر منایا جاتا ہے۔ کشمیر پر ظلم کی تاریخ مکھڑ سال پرانی ہے، جس کی انتہا اگست ۲۰۱۹ء کو ہوئی جب بھارت نے کشمیر کی خصوصی اہمیت والی دفعات کو ختم کیا۔ اس طرح کشمیریوں کے حقوق، جو برائے نام تھے، قانون بنا کر انہیں فوراً ختم کر دیا گیا۔ بھارت نے کشمیر پر اپنے قبضے کو مضبوط کرنے کے لیے یہ سب کیا۔ وادی کشمیر کو ایک قید خانہ بنا دیا گیا۔ زندگی کی بنیادی ضرورتوں تک سے انہیں محروم کر دیا گیا۔ قاتل، دغا باز اور دغا خور کے روز کا معمول بن گئے۔ کوئی گھر ایسا نہیں جو بھارت کی درگاہ سے بچا ہو۔ اس کے نتیجے میں کشمیر کے عوام میں ایک نیا ولولہ عید ہوا اور تحریک آزادی میں جان پڑ گئی۔ اللہ انہیں آزادی کی نعمت عطا فرمائے۔

کسی قوم کو برباد کرنے کا سب سے آسان راستہ یہ ہوتا ہے کہ باقاعدہ منصوبہ بندی کر کے اس کی نوجوان نسل کو نشانہ بنایا جائے۔ غلامی کی بدترین قسم ذہنی غلامی ہوتی ہے۔ ۳۱ فروری کو یوم محبت منانا اس کی ایک علامت ہے۔ البیرٹ میمی (Albert Memmi) نامی نویس کے ایک یہودی مصنف کا کہنا ہے: ”مظلوب قومیں ذہنی طور پر اپنے آقا سے مرعوب ہوتی ہیں، اس لیے اپنے آقا کی نقل کر کے ذہنی تسکین پاتی ہیں۔“ اور علامہ اقبال نے کہا: ”ہمارے نوجوان بے بصیرت ہیں، بے یقین اور ناامید ہیں۔ ان کے پاس صرف ظاہری آنکھ ہے اور یہ نور بصیرت سے محروم ہیں۔“ جس دن بھی ہماری نوجوان نسل جاگ اٹھی اسی روز سے ہمارا عروج شروع ہو جائے گا۔

۳۱ فروری کو ماہری زبان کا عالمی دن منایا جاتا ہے۔ دنیا بھر میں تسلیم کیا جا چکا ہے کہ ہر بچے کو اس کی ماہری زبان میں تعلیم حاصل کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔ بھارت میں ہندی کو، جو دراصل اردو ہی کی ایک شکل ہے۔ پورے ملک میں رابطے کی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ نیوزی لینڈ کے جزائر کے اصل باشندوں کی بولی ”ماؤری“ کو آج ترقی یافتہ زبان کا درجہ حاصل ہے اور اسی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ عبرانی زبان تقریباً متروک ہو چکی تھی، مگر آج اسرائیلی باشندے نہ صرف روانی سے عبرانی زبان بولتے ہیں، بلکہ بچوں کو اسی زبان میں تعلیم دی جاتی ہے۔ اسرائیل کی دوسری قومی زبان عربی ہے۔ کاش! اردو زبان کو بھی اس کا حق مل سکے۔

۳۲ فروری کو اسکاتلینڈ کا عالمی دن منایا جاتا ہے جس کی تفصیل سے ہم آپ کو آگاہ کر چکے ہیں۔ یہ تحریک پاکستان میں ۲۲ ستمبر ۱۹۴۷ء سے جاری ہے۔ پہلے چیف اسکاؤٹ قائد اعظم تھے۔

ہمدرد نوناہال



نعت شریف ﷺ

تائب جو نیوری

روشنی بھی ملی ، راستہ بھی ملا
آپ آئے تو ہمیں خدا بھی ملا

اچھی باتیں ہمیشہ بتاتے رہے
نیک راستوں پر سب کو چلاتے رہے

لوگ باتیں بناتے ، اڑاتے رہے
آپ اپنے فرائض نباتے رہے

کیسے جیتے ہیں ، اس کا طریقہ دیا
کیسے مرتے ہیں ، اس کا سلیقہ دیا

کس طرح اپنے رب کی عبادت کریں
کیسے مخلوق میں سہو کے خدمت کریں

کون سا کام اچھا ہے ، کیا ہے بُرا
سب کو تفصیل سے خوب سمجھا دیا

ان کا پیغام تو عام تھا ، عام ہے
تائب اس پر عمل اب ترا کام ہے

ہمدرد نونیال

حمد باری تعالیٰ

ٹوبیہ رمضان مغل

مری ذات پر تیرا احسان مولا
ہے اونچی تری شان رحمان مولا

رہے ذکر تیرا زباں پہ یوں جاری
کروں اپنا تازہ میں ایمان مولا

گناہوں کو ٹو بخش دے مرے خالق
تری ذات اعلیٰ ہے جلال مولا

ٹو شیطان کے شر سے بچانا ہمیشہ
ہوں غافل ، نہیں کچھ مجھے دھیان مولا

زباں کو ترا ذکر بھا جائے یا رب !
میں پڑھتی رہوں تیرا قرآن مولا

چھپا اپنی رحمت کے سائے میں مجھ کو
ہمیشہ رہے ٹو نگہبان مولا

ترے در کا فکارہ میں بھی کروں گی
وہ در دیکھنے کا ہے ہم ارمان مولا

جھک کر لکھی ٹوبیہ نے ثنا بھی
کہ اونچی بہت ہے تری شان مولا



ہمدرد نونیال



دانش ارشاد

داستان کشمیر

یوم کشمیر

۵ فروری کو ہر سال کشمیریوں سے یک جہتی منانے کا اظہار کیا جاتا ہے۔ یک جہتی منانے کا یہ سلسلہ ۱۹۹۰ء سے جاری ہے۔ حقیقت میں تو کشمیریوں سے یک جہتی کا سلسلہ ۱۸۹۰ء سے جاری ہے۔ جب ۱۸۹۰ء میں کشمیریوں کی پہلی تنظیم 'انجمن کشمیری مسلمانان' بنی، جس نے کشمیریوں کے لیے آواز اٹھانا شروع کی۔ اس کے بعد آل انڈیا کشمیر کمیٹی بنی اور کشمیریوں کے لیے آواز بلند کی گئی۔ جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اپریل ۱۹۳۱ء میں سری نگر میں جہ کے خطبے کے موقع پر امام مسجد کو پولیس نے خطبہ جاری رکھنے سے اس کے لیے روک دیا کہ اس سے عوام میں مہاراجا کی حکومت کے خلاف بغاوت کے جذبات پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس کے چھ مہینوں بعد جموں خیل اور سری نگر میں توہین قرآن کے دو مبینہ واقعات کے بعد دیگرے پیش آئے۔ ان حالات نے ریاست جموں و کشمیر کے مسلمانوں میں اضطراب

بمعدود نونہال



روشن اقوال

بقراط

قدرت نے دماغ کو دل سے اونچا جگہ دی ہے، اس لیے جذبات کو ہر حال میں عقل کے تابع رکھنا چاہیے۔

ماریہ نگامانی، ماتی

نالسانا

اگر ڈھونڈنے سے بھی تمہیں دنیا سے کچھ نہ ملے تو مایوس نہ ہو، اسے تم خود بناؤ، دنیا کو دے دو۔

فیضانِ حبیب، کوئٹہ

بشمن فرینکلن

تجربہ اچھا استاد ہے، لیکن اس کی فیس بہت زیادہ ہے، لہذا دوسروں کے تجربات سے فائدہ اٹھاؤ۔

کلثوم اختر، ملتان

آسکر وائلڈ

میں واقف کار ایسے کردار کے اور دشمن بہترین دماغ کے منتخب کرتا ہوں۔

ابراہام لنکن

کتابوں کا مطالعہ دل و دماغ کو روشن رکھتا ہے۔

عبدالرافع، کراچی

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

جب نیکی کر لے تم خوش ہو اور بُرائی کر کے بچتاؤ تو تم مومن ہو۔

رخسار اکرم، لیاقت آباد

حضرت عثمان غنیؓ

گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے۔

علی حسین جنوعلی المومنی

شیخ سعدیؒ

اللہ تعالیٰ نادانوں کو ایسے روزی پہنچاتا ہے کہ دانا حیرت میں پڑ جاتے ہیں۔

مرتضیٰ جبار شفیق پورہ

بابا فرید شکر گنج

دل کا سکون سب سے بڑی دولت ہے، جو حمد سے ختم ہو جاتی ہے۔

ارشاد کلید، ساہیوال

علامہ اقبال

آج کل تعلیم زیادہ ہے اور علم کم ہے، پہلے زمانے میں علم زیادہ تھا اور تعلیم کم۔

نیلو فر، لاہور

بمعدود نونہال



کی لہر دوڑادی اور احتجاج شروع ہو گیا۔ اس دوران عبدالقدیر نامی ایک شخص نے تقریر کی، جسے بغاوت پھیلانے کے جرم میں حکومت میں لے کر مقدمہ درج کر لیا گیا۔ قدیر خان اپنا تمام بغاوت کے مقدمے کی سماعت ۱۳ جولائی ۱۹۳۱ء کو ہوری تھی کہ عوام کا ایک ہجوم اُمٹنڈ آیا۔ اس کی ایک نمایاں تعداد عدالت کے احاطے میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گئی۔ جب کہ ایک بہت بڑی تعداد عدالت کے باہر ٹھہر گئی۔ ظہر کی نماز کے وقت پولیس اور مظاہرین کے درمیان جھڑپ شروع ہوئی، جو جلد ہی فائرنگ میں بدل گئی۔ انیس افراد موقع پر ہلاک ہو گئے، جن کی تدفین ایک ہی جگہ ہو گئی۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح اٹھیا اور بالخصوص پنجاب میں پھیلی۔

اس واقعے کے بعد لاہور میں آل انڈیا مسلم کی طرف سے ۱۳ اگست ۱۹۳۱ء کو انڈیا کشمیر کمیٹی قائم کی گئی۔ علامہ اقبال بھی اس کمیٹی کے رکن بنے، جنہیں بعد میں اس کمیٹی کا سربراہ بھی بنادیا گیا۔ کمیٹی نے کشمیریوں سے اظہار یک جہتی کیا اور امرتسر، لاہور، لکھنؤ اور دہلی سمیت کئی ایک شہروں میں احتجاجی مظاہرے کیے۔ کمیٹی نے کشمیریوں کی مدد کے لیے عطیات جمع کیے اور قابل وکلا کی خدمات بھی حاصل کیں۔ ان میں پاکستان کے پہلے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان بھی شامل تھے، جنہوں نے سری نمر کی عدالتوں میں پیش ہو کر زبردست کشمیریوں کے مقدمات کی مفت پیروی کی۔

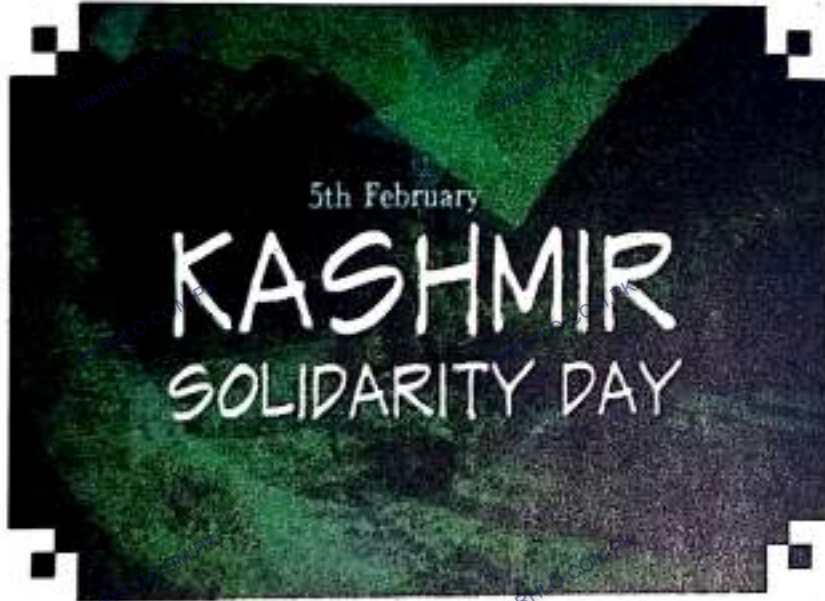
اس کے ساتھ ہی نومبر ۱۹۳۱ء کو ایک الاہر نے مسلح جدوجہد اور رسول نافرمانی کے ذریعے کشمیر آزاد کرنے کا مطالبہ کیا۔ ۱۹۳۳ء میں پہلی بار ہندوستان میں کشمیریوں کے ساتھ اظہار یک جہتی اور ڈوگرہ راج کے خلاف ملک گیر ہڑتال کی گئی۔ ان احتجاجوں کی وجہ سے انگریز حکومت نے گلگنی کیشن قائم کیا اور ۱۹۳۳ء میں پہلی ریاستی اسمبلی کا قیام عمل میں آیا۔

قیام پاکستان کے بعد ریاست ہندو کشمیر کے عوام کے لیے پہلی مرتبہ یک جہتی کا اظہار حسین سہروردی کے دور میں کیا گیا، جب انہوں نے کراچی میں کشمیر کانفرنس کروائی اور تمام کشمیری قیادت کو

بمبارا سرورق

اس میں مدعو کیا۔

۵ اگست ۲۰۱۹ء کو جب ہندوستان نے کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کی تو پاکستان کی طرف سے عملی اقدامات کے بجائے وزیراعظم پاکستان نے ہر جمعہ کو آدھا گھنٹہ کھڑے ہو کر احتجاج کی اپیل کی۔ مقبوضہ جموں کشمیر میں تشدد کی کارروائیوں میں بھی اضافہ سامنے آیا ہے۔ ہندوستان کے اعداد و شمار کے



مطابق اگست ۲۰۱۹ء سے ۲۶ جنوری ۲۰۲۲ء تک ۵۳۷ لوگ مارے گئے۔ جب کہ ۱۰۹ بھارتی فوجی بھی مارے گئے۔ حالیہ عرصے میں کشمیر میں موجود بھارتی فورسز کی تعداد میں اضافہ کیا گیا اور کئی ایسی چوکیوں کو دوبارہ قائم کیا گیا جو ختم کی جا چکی تھیں۔ اس صورت حال میں کشمیریوں سے یک جہتی کے ساتھ عالمی سطح پر ایسے اقدامات کی ضرورت ہے جس سے عالمی برادری کشمیر کی طرف متوجہ ہو سکے اور انسانی حقوق کی بنیاد پر دنیا کو کشمیریوں کا ساتھ دینے پر آمادہ کیا جاسکے۔

☆

سچائی

شاملہ سحر

سب سے اچھی ہے سچائی
جھوٹ ہے بھرا بڑی بُرائی
سچ سے ملے گی دل کو راحت
حاصل ہوگی سب کی چاہت
سچائی سے روشن ہے زمانہ
سچائی کو سب نے ہے مانا
جیسے بھی ہوں مشکل حالات
کرو ہمیشہ تم سچی بات
بولو سچ، یہ کہتا ہے قرآن
یارے نبی کا بھی یہی فرمان
سچ سے سب نے فلاح ہے پائی
جھوٹے کو ہے ملتی رسوائی
سچ بولو تم سچائی اپناؤ
سچ کی راہ پہ چلے جاؤ
صداقت کو بناؤ اپنی
ہوگی اونچی تمھاری شان
کرو یہ دل سے تم یقین
سچ سے ملتی ہے تسکین

بہادر دہلوی



قدرت کی تنبیہ

جاولیہ چودھری

یہ پرانی بات ہے، بہت پرانی بادشاہوں کے دور کی۔
ایران کا ایک بادشاہ عالم بھی تھا، لالچی بھی۔ وہ بادشاہ بنا تو اس نے ملک میں ظلم کا بازار گرم کر دیا،
لوٹ مار اور انتقام لینے میں بھی جت گیا، ملک کے حالات خراب ہو گئے۔ بازار سنسان ہو گئے۔ لوگ
نقل مکانی کرنے لگے۔ کھیت اور کارخانے اُجڑ گئے اور ملک میں خشک سالی اور قحط پڑ گیا، لیکن بادشاہ
کے کان پر جوں تک نہ رہتی۔
بادشاہ کم عقل بھی تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ اس کا اقتدار اور اس کا اختیار کبھی زوال پذیر نہیں ہوگا، وہ دنیا میں
اسی طرح عیش کرتا رہے گا۔ بادشاہوں کے مختلف مشغلوں میں شکار بھی شامل ہوتا ہے۔ وہ بادشاہ بھی
شکار کے لیے جاتا تھا اور جنگل میں کئی ہفتوں تک شکار کھیلتا تھا۔ وہ معمول کے مطابق ایک بار شکار کے
لئے گیا تو شکار کی دھن میں راستہ بھول گیا۔ اس کے محافظ، اس کا لشکر بادشاہ کو ڈھونڈتا ہوا کسی دوسری
سمت نکل گیا اور بادشاہ کا گھوڑا اسے جنگل کے کسی اندھیرے گوشے میں لے گیا۔ بادشاہ تھک چکا تھا۔
وہ سستانے کے لیے ایک درخت کے نیچے لیٹا تو اسے نیند آ گئی۔

بلا عنوان انعامی کہانی



جاوید بسام

شہر کے پرانے علاقے میں کاٹھ
کھاڑ کا ایک گودام تھا۔ جس کے
ایک کمرے میں ٹوٹے دروازوں
والی ایک الماری بے کار چیزوں
سے بھری ہوئی تھی اور اوپر ایک
پرانا گھڑیال رکھا تھا۔ اس پر مٹی

جھی ہوئی تھی۔ وہ بہت عرصے سے وہاں موجود تھا۔ دن میں جب سورج نکلتا تو اس کی کرنیں روشن دان
کے ذریعے کمرے میں چلی آتیں۔ سارا دن کمرے میں اُجالا رہتا۔ جب شام ہوتی تو دھیرے
دھیرے اندھیرا پھیل جاتا۔ پھر اچانک کھبے پر لگا بلب جل اٹھتا تو کمرے میں روشنی آنے لگتی، لیکن
گھڑیال اسی طرح سوتا رہتا تھا۔

گر میوں کی ایک صبح اس کمرے میں ایک چڑیا اڑتی ہوئی آگئی۔ پہلے اس نے روشن دان پر چڑھ کر کمرے کا
جائزہ لیا۔ پھر اُڑ کر الماری پر بیٹھی۔ وہ گھونسا بنانے کے لیے جگہ تلاش کر رہی تھی۔

جب چڑیا نے محسوس کیا کہ وہ جگہ محفوظ ہے تو اس نے گھونسا بنانا شروع کر دیا۔ وہ بار بار اُڑ کر جاتی اور نکلے

بادشاہ نے نیند کے دوران اپنی سانس کو اکڑتے ہوئے پایا۔ اسے محسوس ہوا جیسے وہ کسی سخت قلعے میں پھنس گیا
ہے اور وہ قلعہ اسے آہستہ آہستہ دبا رہا ہے اور کسی بھی وقت اس کی جان نکل جائے گی۔ اس نے بڑبڑا کر
آنکھیں کھولیں تو اس نے ایک انتہائی خوف ناک منظر دیکھا۔ بادشاہ کو ایک بہت بڑے اژدھے نے جکڑ رکھا
تھا۔ بادشاہ کے پورے جسم سے اژدھا لپٹا تھا اور اژدھا بچن پھلا کر اس کے منہ کے قریب تھا۔ بادشاہ کے
منہ پر اژدھے کی پھنکاروں کی پھوار پڑ رہی تھی اور بادشاہ بار بار اژدھے کی پھنکاروں کو اپنے گالوں، اپنے
ماتھے، اپنے ہونٹوں تک آتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ بادشاہ کی جان نکل گئی۔ وہ اپنا آخری وقت اپنے سامنے
دیکھ رہا تھا۔ اژدھا ایک پہر تک بادشاہ کے بدن سے لپٹا رہا۔ وہ بار بار اپنی زبان بادشاہ کے گالوں سے رگڑتا
تھا اور اس کے جسم کو اپنے قلعے میں کسا ہوا تھا۔ شام کو اچانک اژدھے نے آسمان کی طرف دیکھا، گردن
بلائی، اپنے بل کھولے اور آہستہ آہستہ سر کٹا ہوا جنگل میں غائب ہو گیا۔

بادشاہ جہدے میں گرا اور اللہ تعالیٰ کا کھلا شکر ادا کیا۔ بادشاہ کے ساتھی چند لمبے بعد اس کے پاس پہنچ
گئے۔ بادشاہ محل میں واپس آیا اور اس نے اسی وقت عیش، آرام، ظلم، نا انصافی اور بے ایمانی ترک
کر دی۔ اس نے اپنی باقی زندگی ملک اور قوم کے لیے وقف کر دی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کا ملک دوبارہ
خوش حال اور بڑا امن ہو گیا۔ لوگ دوسرے ملکوں سے نقل مکانی کر کے اس کے ملک میں آباد ہونے لگے۔
جب کہ بادشاہ پوری زندگی اس اژدھے کا شکر ادا کرتا رہا۔ وہ اسے قدرت کی تحریہ سمجھتا تھا۔ اس کا خیال تھا
کہ قدرت نے اس اژدھے کے ذریعے اسے یہ پیغام دیا تھا کہ تمہاری موت اور زندگی میں آدھا نچ کا فاصلہ
ہے۔ اگر یہ اژدھا اپنے جسم کو آدھا نچ مزید کس لے یا اپنا منہ آدھا نچ آگے بڑھا دے اور اپنے دانت
تمہارے گال پر گاڑ دے تو تم چند لمحوں میں زندگی کی سرحد عبور کر جاؤ گے۔ بادشاہ کا خیال تھا کہ اس اژدھے
نے مجھے یہ پیغام دیا یہ زندگی اور اقتدار اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور اگر تم نے اس امانت کی قدر نہ کی تو اللہ تم پر
معصیتوں کے ایسے بے شمار اژدھے اتار دے گا وار اس کے بعد تمہیں دنیا میں کسی جگہ پناہ نہیں ملے گی۔

(جاوید چودھری کے کالم سے اقتباس)

Hamdard
عائیت کے ساتھ رہو!

**دانت کرے صاف
رکھے قدرتی طور
پر مضبوط**

لوئنگ کے تیل اور مسواک کی خصوصیات لئے نوہال ہر بل ٹوچہ پیسٹ
خاص طور پر بچوں کے لئے تیار کیا گیا ہے جس کا ہل کم ظہور
بنانے دانتوں کی صفائی اور بھی مزیدار۔

100% Natural
Fluoride-free

Naunehal
HERBAL TOOTHPASTE

Hamdard

NaunehalPK

قصہ کہانی

بچن کر لے آئی۔ جب گھونٹا تیار ہو گیا تو چڑیانے وہاں اٹھ دے دیے اور اطمینان سے بیٹھ کر انھیں سینے لگی۔
دن گزرتے رہے۔ وہ سارا دن انڈوں پر بیٹھی رہتی۔ بس کچھ دیر دنانے پانی کے لیے باہر جاتی۔ کچھ فورا واپس
آ جاتی۔ ایک دن وہ اکتا کر ادھر ادھر دیکھ رہی تھی کہ اچانک اس کی نظر گھڑیاں پر پڑی وہ بولی: ”میاں
گھڑیاں! تم ہی مجھ سے کچھ باتیں کر لو۔“
یہ کہہ کر اسے اپنی بے وقوفی پر ہنسی آ گئی۔ اسے خیال آیا کہ گھڑیاں بھلا کب بولتا ہے، مگر اچانک گھڑیاں میں حرکت
ہوئی، اس نے انکھیں جھپکا کر چڑیا کو دیکھا اور حیرانی ہوئی آواز میں کہا: ”کیا تم نے مجھ سے کچھ کہا ہے؟“
چڑیا اسے جانتا دیکھ کر ڈر گئی، لیکن پھر ہمت کر کے بولی: ”کیا تم بول سکتے ہو؟“
”ہاں! کیوں نہیں، اللہ چاہے تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔“ گھڑیاں نے کہا۔ چڑیانے اقرار میں سر ہلایا۔
پھر گھڑیاں نے آس پاس کا جائزہ لیا اور کہا: ”اچھا! تو میں ابھی تک کباز خانے میں ہوں؟“
”تم کب سے یہاں ہو؟“ چڑیانے پوچھا۔
”دس سال ہو گئے۔“ گھڑیاں نے جواب میں دیا۔
”اور اس سے پہلے تم کہاں تھے؟“ چڑیانے پوچھا۔
”میں کئی گھروں میں رہا ہوں، برصغیر دیوار پر رنگ کینوں کو وقت بتاتا رہا۔ بچے میرے سامنے بڑے ہوئے
پھر بوڑھے ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔“ گھڑیاں نے بتایا۔
”اور تم اتنے پرانے ہو؟“ چڑیانے حیرت سے پوچھا۔
”ہاں، یہ دیکھو! میرے ہندسوں کے درمیان مجھے بنانے والی کپتانی کا نشان اور سال لکھا ہوا ہے۔“
چڑیا آگے آئی اور دیکھ کر حیرت سے بولی: ”ہاں! تو ۱۹۰۳ء لکھا ہے۔“
”ہاں، مجھے بہت پہلے بنایا گیا تھا۔“ گھڑیاں نے کہا۔
”کیا تم مجھے اپنی آپ جی سناؤ گے؟“ چڑیانے اشتیاق سے پوچھا۔

بندر دھونڈال

”ہاں، میں بہت عرصے سے خاموش ہوں۔ اب میرا دل بات کرنے کو چاہ رہا ہے۔“

چڑیا پوری طرح متوجہ ہو گئی۔ گھڑیاں پچاس سو چار ہانپ کر کہا: ”بہت دور سمندر پار ایک ملک گھڑیاں سازی میں سب سے آگے ہے۔ مجھے وہاں ایک بڑے کارخانے میں تیار کیا گیا تھا۔ اس کارخانے کا مالک بہت دیانت دار اور وقت کا پابند تھا۔ وہاں بہت سارے لوگ کام کرتے تھے۔ ان کے آنے اور جانے کا وقت مقرر تھا۔ کارخانے کے باہر ایک اونٹنی بیٹھ کر ایک گھڑیاں بھی نصب تھا، جو دور سے دیکھائی دیتا تھا۔ صبح تمام ملازم اس کے گرد جمع ہوتے اور جیسے ہی آٹھ بجتے گھنٹا بجنا شروع ہو جاتا۔ ٹن..... ٹن..... ٹن..... اس کی آواز دور تک سنائی دیتی تھی۔ یہ ملازمین کے لیے اشارہ ہوتا تھا کہ اب آپ کارخانے کے اندر داخل ہو سکتے ہیں۔ پچانک کھول دیا جاتا۔ جو اس وقت تک کھلا رہتا، جب تک باہر موجود آخری ملازم بھی اندر نہ چلا جاتا۔ ایک بار پچانک بند ہونے کے بعد پچاس سے آنے والے ملازموں کو اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں تھی۔ جب میں بن کر تیار ہوا تو بہت خوب صورت لگ رہا تھا۔ میرے ہند سے اور سونیاں خوب چمکدار تھے اور مجھے بہت عمدہ پاش کی گئی تھی۔ یہ جو تم میری پیشانی پر سوراخ دیکھ رہی ہو۔ اس میں سے تمھاری جیسی ایک چڑیا ہر گھنٹے بعد باہر آتی اور کوں..... کوں..... کر کے وقت کا اعلان کرتی تھی۔ اس زمانے میں ایسے گھڑیاں کی بہت اہمیت تھی۔ ہم ایک جیسے دس گھڑیاں تھے۔ ہم سب کو بہت محنت سے تیار کیا گیا، پھر لکڑی کے ڈبوں میں رکھ کر بیرون ملک روانہ کر دیا گیا۔ جس جہاز پر ہم سوار تھے، وہ کئی ہفتوں تک پانی میں سفر کرتا رہا۔ ایک مرتبہ وہ سمندری طوفان میں جا پھنسا۔ ہم بڑی طرح ہچکولے کھاتے ہوئے بہت مشکل سے ایک بندرگاہ پر پہنچے۔ میں نے وہاں کسی کے منہ سے سنا کہ اس ملک کا نام ہندوستان ہے۔ لوگ اس ملک کو سونے کی چڑیا بھی کہتے تھے۔ مزدوروں نے ہمیں جہاز سے اُتار دیا اور ایک ٹرک پر لا کر شہر کی طرف روانہ کر دیا۔ وہاں بہت بڑا شہر تھا۔ ہزاروں لوگ سڑکوں پر آ جا رہے تھے۔ ایک دکان کے باہر ٹرک روک کر ہمیں اُتارا گیا اور دکان کے مالک نے ہمیں دکان کی دیواروں پر سجا دیا۔ ہم ایک ایک کر کے بکتے گئے۔“

نوہال ادب



مکمل سائنس دان بچوں کے مفید معلومات

اسکولز اس کتاب کو اپنے نصاب میں بھی شامل کر سکتے ہیں

فی کتاب قیمت 100 روپے صرف، 12 کتابوں کا سیٹ خریدنے پر خصوصی ڈسکاؤنٹ

بچوں کے لئے دل چسپ غیر نصابی کتابیں ہیں جن کا مقصد سائنس کی بنیادی معلومات کو آسان اور دلچسپ انداز میں پیش کرنا ہے۔

آپ کو اس کتاب کے بارے میں مزید جاننے کے لیے
021-38244000-Ex-1611
پر کال کریں یا ای میل پر
نوہال ادب، لاہور



گھڑیاں نے کچھ توقف کیا۔ وہ عرب دار آواز میں بول رہا تھا۔ چڑیا توجہ سے اس کی باتیں سن رہی تھی۔ پھر اس نے گہری سانس لی اور دوبارہ بولنا شروع کیا۔ ”مجھے ایک جوان آدمی نے خریدا۔ وہ چمکی آنکھوں والا چاول کا بیو پاری تھا۔ اس کا کاروبار کئی شہروں میں پھیلنا ہوا تھا۔ مجھے اس نے اپنی نئی کوٹھی کے لیے خریدا تھا۔ جو شہر کے ساحل پر بن رہی تھی۔ کچھ دنوں بعد وہ اپنی بیوی اور دو بچوں سمیت وہاں منتقل ہو گیا۔ مجھے ایک نمایاں جگہ پر لگایا گیا۔ سب مجھے بہت پسند کیا۔ جب مہمان گھر آتے تو تاجر سے میرے بارے میں ضرور پوچھتے تھے۔ وہ میرے قریب چلے آتے۔ ان کی تعریفیں نظریں میری چمکی سونپوں اور ہندسوں کو دیکھ رہی ہوتی تھیں۔ وہ خوشی سے میرے پالش شدہ حصے پر ہاتھ پھیرتے تھے۔ میری سونپیاں یکساں رفتار سے آگے بڑھتی رہتیں اور میں بک بک کرتا رہتا تھا۔ نو جوان تاجر صبح سویرے اٹھ کر ناشتا کرتا اور کام پر روانہ ہو جاتا تھا۔ وہ سارا دن مصروف رہتا تھا، آہستہ آہستہ وہ دنوں بچے بڑے ہو گئے۔ تاجر نے انھیں ایک بہت سے اسکول میں داخل کروا دیا۔ وہ انھیں پڑھا لکھا کر بڑا آدمی بنانا چاہتا تھا، مگر وہ بچے ست اور لا پرواہ تھے۔ انھیں پڑھائی سے کوئی دل چسپی نہیں تھی، وہ بلا وجہ اسکول سے چھٹی کر لیتے تھے۔ انھیں بس کھیل کود یا سونا پسند تھا۔ وہ اسکول جانے کے وقت بھی سوتے رہتے۔ میری پکار پر بھی ان کی آنکھ نہ کھلتی۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت غصہ آتا تھا۔ میرا بس چلتا تو میں خود ان کا ہاتھ پھیر کر اسکول چھوڑ آتا اور اگر ان کا بس چلتا تو وہ اسکول جانے کا وقت ہی میرے چہرے سے مٹا ڈالتے۔ ہاں وہ ایسے ہی نادان تھے۔“ گھڑیاں طرے ہنس کر بولا۔

”دن گزرتے رہے۔ بچوں کے نتائج ہر امتحان میں خراب آرہے تھے۔ تاجر انھیں سمجھانے کی بہت کوشش کرتا، لیکن وہ نہیں سمجھتے تھے۔ آخر اس نے ٹھگ آکر انھیں بورڈنگ اسکول میں بھیج دیا۔

میں اپنی جگہ ٹنگا رہا اور بغیر صلے کے چاکا کام کرتا رہا۔ میں نے کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگا۔ رات ہوتی تو سب سو جاتے، مگر میں جاگتا رہتا تھا۔ سب آوازیں آتی بند ہو جاتیں۔ لوگوں کی بات چیت کی ہر دھڑک سے گزرتے تاگوں کی اور ریڈیو کی۔ ہر طرف خاموشی چھا جاتی تو میری بک بک کی آواز دور تک جاتی تھی۔ ایک دفعہ تو



میں چوری ہونے سے بال بال بچا۔ ہوا یوں کہ ایک چور سردیوں کی رات میں کوٹھی میں کودا۔ تاجر اپنی دولت اور زیور وغیرہ بینک میں رکھتا تھا۔ جب چور کو گھر میں کچھ نہیں ملا تو اس نے قیمتی چیزیں چرانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی نظر سب سے پہلے مجھ پر پڑی۔ اس نے مجھے چادر میں لپیٹا اور فرار ہونے لگا، لیکن اندھیرے میں میز سے گرا گیا۔ آواز سن کر تاجر کی آنکھ کھل گئی۔ وہ زور سے چلا یا۔

”کون ہے؟ اور تکیے کے نیچے سے پتوں نکال کر باہر آیا۔ چور نے مجھے جلدی سے زمین پر رکھا، بھاگ کھڑا ہوا۔“ ”اب لوگوں کی سنو او شرارتی بورڈنگ اسکول میں بھی نہیں چل سکے۔ آخر تاجر نے تھک کر ان کو گھر واپس بلا لیا۔ اب وہ تو صبح سویرے کام پر چلا جاتا، لیکن وہ دونوں سوتے رہتے۔ میں انھیں جگانے کی بہت کوشش کرتا، مگر افسوس میری تمام کوششیں رائیگاں جاتی تھیں۔ آخر ان کی سستی اور کالی کی وجہ سے ان کی تعلیم ادھوری رہ گئی۔ پھر تاجر نے سوچا کیوں نہ انھیں کلاں بازار میں اپنے ساتھ لگا لیا جائے۔ وہ اب بڑے ہی بھگے تھے۔ وہ انھیں اپنے ساتھ کام پر لے جانے لگا۔ کچھ دن تو وہ ساتھ گئے، پھر بہانے بنانے لگے۔ تاجر نے سختی کی، لیکن وہ نہیں مانے۔ تاجر ان سے مایوس ہوتا جا رہا تھا کہ کسی نے اسے مشورہ دیا کہ ان پر ڈرے داری ڈالی جائے،



تاکہ ان میں اعتماد پیدا ہو۔ تاہم اس مشورے پر عمل کیا۔ اب وہ مگر جلدی آجاتا اور دکان ان کے حوالے کر دیتا۔ کچھ دن ہی گزرے تھے کہ تاجر کو حساب کتاب میں گڑبڑ محسوس ہوئی۔ اس نے پڑتال کی تو پتہ چلا کہ ایک بڑی رقم غائب ہے۔ اس نے بیٹوں سے پوچھا تو انھوں نے بتایا کہ وہ رقم انھوں نے اپنے ایک دوست کو ادھار دی تھی۔ جس کے بعد سے وہ دوست غائب ہے۔ تاجر اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔ پھر اسی طرح ہونے لگا۔ کبھی تجوری سے پیسے کم ہو جاتے تو کبھی مال غائب ہو جاتا۔ آخر اس نے نقصان سے بچنے کے لیے خود سارا دن دکان پر بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ یہ دیکھ کر دونوں لڑکے پھر غائب ہونے لگے۔ وہ اپنے کھیل تماشوں میں لگے رہتے تھے۔ دن بھر شطرنج اور چوسر کھیل جاتی۔ انھیں چنگ بازی اور کھوڑ بازی کا بھی شوق تھا۔ کچھ رنگین مزانج دوست بھی مل گئے تھے۔ ان کے ساتھ کھانا پینا اور گھومنا پھرنا بھی ہوتا تھا۔ وہ روز باپ سے پیسوں کا تقاضا کرتے۔ جب وہ پیسے دینے سے انکار کرتا تو اس سے لینے لگتے تھے۔

وقت گزرتا رہا۔ پھر خدا کا کرنا یہ ہوا کہ تاجر بیمار ہو گیا، مگر وہ بیماری کی حالت میں بھی اپنی ذمہ داری نباہتا رہا، لیکن جب بیماری بڑھ گئی تو اس نے بیٹوں کو دکان پر بھیجنا شروع کر دیا۔ لڑکے اپنی عادت کے مطابق دیر سے جاتے اور جلدی واپس آ جاتے اور کبھی تو چھٹی ہی کر لیتے تھے۔ تاجر یہ دیکھ کر ہنستا رہتا تھا۔ آخر ایک دن اس نے دونوں بیٹوں کو اپنے پاس بلایا اور انھیں سمجھایا کہ وقت کبھی ایک جیسا نہیں رہتا۔ تم لوگوں کو دل سے کام پر توجہ دینی چاہیے، ورنہ یہ کاروبار ہاتھوں سے نکل جائے گا۔ بیٹوں نے اس وقت تو باپ سے کام پر توجہ دینے کا وعدہ کر لیا، مگر انھوں نے اپنی عادتیں نہیں بدلیں۔ یہ دیکھ کر تاجر بالکل ہستہ سے لگ گیا۔ اس کی بیماری بڑھتی جا رہی تھی۔ بیٹوں کے رویے نے اسے دل برداشتہ کر دیا تھا۔ آخر ایک دن وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

لڑکوں نے کچھ دن اپنے باپ کا سوکھلا لاش دو بارہ اپنی حرکتوں میں لگ گئے۔ انھوں نے کاروبار ملازمین پر چھوڑ دیا تھا۔ وہ کچھ دیر کے لیے دکان پر جاتے، پیسے سمیٹتے اور واپس آ جاتے۔ ان کی ماں بھی انھیں سمجھانے کی کوشش کرتی، مگر وہ اتنے بگڑ چکے تھے کہ ان پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ پھر ماں بھی بیمار ہو کر ایک روز

اللہ کو بیماری ہو گئی۔ اب ان کو پوری آزادی حاصل ہو گئی تھی۔ دن گزرتے رہے۔ اب جب وہ دکان پر جانے تو ان کے ہاتھ بہت کم رقم آتی۔ ملازم کاروبار میں مندی کا رونا روئے لگتے۔ حال آں کہ وہ بے ایمانی کرنے لگے تھے۔ جب مالک سر پرندہ ہو تو یہی ہوتا ہے۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت افسوس ہوتا تھا۔ وہ خواب غفلت میں پڑے تھے۔ آدھا دن گزرنے کے بعد وہ بیدار ہوتے اور کچھ کھانسی کر اپنے دوستوں سے ملنے لگتے جاتے تھے۔ پھر مجھ میں کچھ خرابی پیدا ہو گئی۔ وہ میرے باپ سے بڑا وقت تھا۔ میری سوئیاں نو اور دس کے درمیان لگی تھیں۔ مجھے لگتا تھا کہ میری سانس رک گئی ہے۔ میں چلا تا: ”مجھے دیکھو! میں کیوں رک گیا ہوں؟“ مگر میری حالت پر کوئی دھیان نہیں دیتا تھا۔ ایک دن کسی مہمان کی توجہ دلانے پر انھوں نے مجھے ٹھیک کر دیا۔

ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے۔ ایک دن دکان کا سب سے ذمہ دار ملازم ایک خطیر رقم لے کر فرار ہو گیا۔ انھوں نے وہاں جا کر دیکھا تو دکان اور گودام دونوں خالی پڑے تھے۔ بینک بیلنس تو پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ آخر انھوں نے دکان کرائے پر دے دی اور اس کی رقم سے اپنا گھر چلانے لگے۔ وہ خوش تھے کہ کام سے جان چھوٹ گئی، مگر کچھ ہی دنوں بعد انھیں اندازہ ہو گیا کہ ان کے خرچے زیادہ ہیں، جب کہ دکان سے ملنے والا کرایہ بہت کم ہے، مہینہ ختم ہونے سے پہلے ہی ان کا ہاتھ خالی ہو جاتا تھا۔ اس کا حل انھوں نے نکالا کہ ایک ساہوکار سے سود پر قرض لینے لگے۔ ساہوکار بہت چالاک آدمی تھا۔ وہ دل کھول کر قرض دیتا۔ وقت کا پھینکا گھومتا رہا اور ان پر سود کا پہاڑ کھڑا ہوتا گیا۔ ساہوکار کی نظریں ان کی دکان پر لگی تھیں۔ آخر جیسا اس نے سوچا تھا، ویسا ہی ہوا۔ ایک روز اس نے مزید قرض دینا بند کر دیا اور اپنی رقم کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ وہ تو خالی ہاتھ تھے، اسے کیا دیتے۔ ساہوکار نے ان پر مقدمہ دائر کر دیا۔ چون کہ ان کے پاس مقدمہ لڑنے کے لیے بھی کچھ نہیں تھا، لہذا انھوں نے فیصلہ کیا کہ دکان فروخت کر کے ساہوکار کا سود اُتار جائے۔ یوں ایک مفتی انسان کا چلتا ہوا کاروبار ان نا عاقبت اندیشوں نے چند سالوں میں خاک میں ملا دیا۔ مگر پھر بھی انھیں عقل نہیں آئی۔ وہ



یہ سوچ کر مطمئن تھے کہ ان کے پاس لاکھوں کی کوٹھی موجود ہے۔ اب وہ اپنا خرچ پورا کھانے کے لیے گھر کی چیزیں بیچنے لگے تھے۔ سب سے پہلے انھوں نے قیمتی لکڑی سے بنا فرنیچر فروخت کیا۔ جوتا جرنے بڑی چاہ سے بنوایا تھا۔ پھر ایرانی قالینوں اور فانوس کا نمبر آیا۔ اسی طرح آہستہ آہستہ گھر کا تمام سامان یک گیا، لیکن انھوں نے نہ جانے کیوں مجھے نہیں بیچا تھا۔ پھر انھیں ایک اور ساہوکار مل گیا۔ اس نے جلد بھانپ لیا کہ دونوں بھائی بہت بڑے بے وقوف ہیں۔ وہ بھی انھیں دل کھول کر روپیہ دینے لگا اور وہ عیش کی زندگی گزارنے لگے۔ وقت کا سفر بونہی جاری رہا۔ وہ کھیل کود اور عیش آرام میں ڈوبے رہے۔ آخر وہ دن بھی آیا، جب ساہوکار نے مزید قرض دینے سے انکار کر دیا اور اپنی رقم واپس مانگ لی۔ ایک بار پھر وہی صورت پیدا ہو گئی۔ اب دکان نہیں تھی، لہذا کوٹھی کو بیلا گیا اور قرض اُتارا گیا۔ ان کے سر سے گھر کا سایہ بھی ہٹ گیا تھا۔ وہ بہت غمگین تھے۔ انھوں نے اپنے ہاتھوں سے اس شایخ کو کاک ڈالا تھا، جس پر وہ بیٹھے تھے۔ اب ان کے تمام مفت خورے دوست غائب ہو گئے تھے اور سارے شوق اور کھیل بھی ختم ہو گئے تھے۔

اسی دوران انگریزوں نے آزادی کا غلغلہ مچا۔ ایسی اکھاڑ بچھاڑ ہوئی کہ کچھ نہ پوچھو۔ مسلمانوں کو بچن چکن کر مارا جانے لگا۔ ان کی دکانوں اور گھروں کو لوٹ کر جلا دیا جاتا تھا۔ اکثر مسلمان اپنی جانیں بچانے کے لیے نئے وطن کی طرف چل دیے۔ دونوں بھائیوں نے بھی ہجرت کرنے کا فیصلہ کیا۔ انھوں نے اپنا بچا کچا سا سامان بیٹا اور اللہ کا نام لے کر ایک قافلے کے ساتھ چل دیے۔ وہ مجھے ساتھ لے جانا نہیں بھولے تھے۔ آخر راستے کی ہزاروں مشکلیں اٹھاتے زخموں سے چور نئے وطن پہنچ گئے۔ انھیں بڑی مشکل سے سر چھپانے کے لیے ایک جھونپڑی ملی۔ اب وہ سارا دن جھونپڑی میں پڑے اپنی قسمت کو روٹے رہتے تھے۔ وہ اب بھی کوئی کام نہیں کر رہے تھے۔ ایک دن بڑا بھائی سو کر اٹھا تو بہت غمگین تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ دونوں بوڑھے ہو چکے ہیں اور بازار میں بیک مانگ رہے ہیں۔ خواب سن کر چھوٹا بھائی بھی رنجیدہ ہو گیا۔ پھر دونوں خوب روئے۔ جب رورو کر تھک گئے تو بڑا بھائی بولا۔ ہم ساری زندگی کھیل کود میں لگے رہے۔ تمام وقت اور دولت

اس میں برباد کر دی۔ اگر ہم اب بھی نہ سنبھلے تو ہمیں کفن بھی نصیب نہیں ہوگا۔ بڑے بھائی کی بات سن کر چھوٹے بھائی نے کہا: ”ہاں اتم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے۔“ اگلے دن کا سورج نکلا تو انھوں نے دیکھا کہ منڈی کا رخ کیا اور وہاں مزدوری شروع کھڑی۔ وہ بوریاں ڈھونڈنے لگے تھے۔ کچھ عرصے تک وہ یہ کام کرتے رہے۔ پھر جب تھوڑے پیسے جمع ہو گئے تو انھوں نے کچھ دہان خریدی اور ٹھیلے پر رکھ کر بیچنے لگے۔ آہستہ آہستہ ان کا کام چلنے لگا۔ وہاں اکثر لوگ انھیں پہچان جاتے، مگر وہ دونوں سر جھکائے اپنے کام میں مصروف رہتے تھے۔

صبح سویرے جب میں ٹن ٹن، بچتا کو وہ دیکھ کر اپنے کام پر نکل جاتے تھے۔ ان کی کایا پلٹ دیکھ کر میں بہت خوش ہوتا تھا۔ دن گزرتے رہے۔ ان کا کام چل پڑا تھا۔ جب کچھ مزید پیسے جمع ہو گئے تو انھوں نے ایک دکان لے لی اور ایمان داری اور محنت سے کام کرنے لگے۔ اللہ نے ان کو خوب برکت دی۔ کچھ عرصے بعد



دونوں نے ایک بڑا گھر خریدا اور دونوں نے شادیاں بھی کر لیں۔ ان کے ہاں ایک ایک بیٹا پیدا ہوا۔ وہ ان کی اچھی تربیت کرنے لگے۔ میں وہیں کیلا پر ٹنگا رہتا تھا۔ دھیرے دھیرے ان کے بچے بڑھنے لگے۔ اب دونوں بھائی صبح سویرے اٹھ جاتے تھے اور اپنے بچوں کو اٹھاتے۔ دھیرے دھیرے سب کو وقت کی پابندی کی عادت پڑ گئی۔ پھر بچے اسکول جانے لگے۔ وہ وقت کے پابند تھے اور دل لگا کر تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ وقت گزرتا رہا۔ بچے بڑے اور دونوں بھائی بوڑھے ہو گئے۔ بچوں نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی اور اچھے عہدوں پر فائز ہو گئے۔ اسی دوران بڑے بھائی کا انتقال ہو گیا تو چھوٹا بھائی اس کے بچے کی بھی دیکھ بھال کرنے لگا۔

پھر ایک دن میں چلتے چلے رک گیا۔ چھوٹا بھائی جو مجھے بہت پسند کرتا تھا، ایک کاریگر کے پاس لے گیا۔ کاریگر نے بتایا کہ میرا ایک اہم پڑاؤ ہے جو گیا ہے اور وہ یہاں دستیاب نہیں ہے۔ وہ مجھے واپس گھر لے آیا۔ جس کے بعد میں بہت دنوں تک اسٹور روم میں پڑا رہا۔ پھر ایک دن چھوٹے بھائی کا بھی انتقال ہو گیا۔ اس کی بیوی نے گھر کی صفائی کی اور تمام فالتو چیزیں کباڑیے کو دے دیں اور میں بھی اس سامان کے ساتھ یہاں آ گیا۔ گھڑیاں نے گہری آہ بھری اور خاموش ہو گیا۔

چڑیا گھڑیاں کی آپ جیتی سنتے میں نہیں تھی۔ گھڑیاں نے پھر کہا: ”اگر دونوں بھائی ہوش مندی سے کام نہ لیتے تو ان کا آخری وقت بھی بڑا گزر رہا۔“ ”ہاں، تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ وقت واقعی بہت قیمتی شے ہے۔“ چڑیا گہری سانس لے کر بولی۔ گھڑیاں نے پھر آہ بھری اور کہا: ”میرا کام تو بس وقت بتانا ہے۔ میں بک بک کر کے انسان کو زندگی کے لمحہ بہ لمحہ کم ہونے کا احساس دلانا چاہتا ہوں۔ ان لمحوں کو جو انسان کام میں لے آتا ہے اس کی آئندہ زندگی سنور جاتی ہے۔“ چڑیا نے سر ہلایا اور کھانے کی تلاش میں اُڑ گئی۔

☆



محمد فاروق دانش



”نہیں!“ وہ عورت زور سے چلائی: ”یہ میرا بچہ نہیں ہو سکتا۔“ اور پھر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ نرس نے بچہ اس کی گود میں دینا چاہا، لیکن عورت نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔ نرس اس عورت سے مزید کچھ کہتی، مگر اس نے اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ بچے کے رونے کی آواز ہال میں پھیلی ہوئی تھی، لیکن اس نے اپنے بچے کو ہاتھ میں لینے سے انکار کر دیا۔

اس عورت کی اُمیدوں کا مرکز و محور ہونے والا یہ بچہ ہی تھا۔ قدرت نے اسے بیٹے کی نعمت سے محروم کر دیا، لیکن پیدا ہونے والا بیٹا دونوں ناانگوں سے محروم تھا۔ اس کا جسم کمر تک آ کر ختم ہو گیا تھا۔ عورت کو پتا چلا تو شدت غم نے اس کے ہوش اُڑا دیے۔ وہ دھیمے لہجے میں نرس سے کہہ رہی تھی: ”ہماری زندگی خود ٹھوکروں کی زد پر ہے۔ میں ایک معذور بچے کو کس طرح چلا سکوں گی۔“

لوگوں کے لیے یہ معاملہ حیران کن تھا کہ ایک ماں اپنے بیٹے کو لینے سے انکار کر رہی ہے۔ ”میرے وسائل ایسے نہیں کہ میں ایک اپانچ بچے کو لیے زمانے کی ٹھوکروں پر پڑی رہوں۔ میں خوشی سے اجازت دیتی ہوں کہ اس بچے کو کسی ضرورت مند کو دے دیا جائے یا پھر دارالاطفال جیسے کسی ادارے کو سونپ



دیا جائے۔

اس عورت نے چند ضروری کاغذات پر دستخط کیے اور بچہ اسپتال والوں کے حوالے کر دیا۔ اس ماں کے بارے میں پھر کچھ پتہ نہ چل سکا۔ یہ بچہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ جاتا رہا۔ کچھ لوگوں نے اس کی کفالت کی ذمہ داری لی، لیکن اس کی معذوری سے پریشان ہو کر وہ پیچھے ہٹ گئے۔

کیمبرلی باکسز نامی ایک عورت کو رحم آ ہی گیا۔ اس نے اس بچے کو مستقل گود لینے اور ایک ماں کا پیار دینے کا عزم کیا اور اسے اپنے گھر لے آئی۔ بچہ کچھ دن ہو چکا تھا۔ گھر کا اطمینان ملنے کے بعد بچے کے دلی چلچلات بہتری کی جانب مائل ہوئے۔ وہ ذہن جو در پوری کی وجہ سے کسی طور پر قرار میں نہیں تھا، اب قرار میں آنے لگا تھا۔ اس نے عزم کر لیا کہ وہ ایسا کچھ ضرور کرے گا کہ اس پر سے معذوری کا نشان مٹ جائے۔ یہی وہ لمحہ تھا جب اس نے اپنی زندگی میں جلاؤ کا فیصلہ کیا اور پھر وہ زندگی کے دیگر مسائل و مشاغل سے فارغ ہو کر کچھ بننے کی جستجو میں لگ گیا۔

اس بچے کا نام زیون کلا رک رکھا گیا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ میرے لیے ہانگوں کی محرومی سب سے بڑا چیلنج تھی۔ جسے پورا کرنے کے لیے میں نے ہر وہ کام کیا جو ہانگوں والا ایک نارمل انسان کر سکتا ہے۔ یہی میری زندگی کی سب سے بڑی کامیابی ہے۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو پھر زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ آج مجھے اپنی محرومی کا کوئی لگہ نہیں ہے۔

زیون کلا رک ایک ایسی پیچیدہ بیماری کے ساتھ دنیا میں آیا جو لاکھوں میں کسی ایک کو ہوتی ہے۔ اس کی نائٹلیں مکمل طور پر نہیں تھیں۔ اس معذوری کے ساتھ وہ ۱۷ سال تک مختلف لوگوں کے پاس پلتا رہا۔

جب وہ ۱۷ سال کا ہوا تو اس کی زندگی میں تبدیلی آ گئی۔ جب کیمبرلی نامی خاتون نے اسے بیٹے کے طور پر ہمیشہ کے لیے اپنا لیا تو اسے ایک خوش گوار تبدیلی کا احساس ہوا اور اس نے اپنی زندگی میں انقلابی تبدیلیاں لانا شروع کر دیں۔ اس کا کہنا ہے کہ مجھے خود کو کارآمد بنانے کے لیے خاص تک دو کرنا پڑی۔

کلا رک نے اسکول کے دنوں میں ریسٹنگ میں دل چسپی لینا شروع کی جو اسے شریعہ بچوں سے بچانے میں

مددگار ثابت ہوئی۔ کلا رک نے لگا لگا لوگ مجھے اس طرح دیکھتے تھے جیسے میں اس دنیا کا بے صورت ترین بچہ ہوں، وہ مجھے ناکارہ انسان سمجھتے تھے، لیکن میری عظیم ماں نے ان کی اس سوچ کو غلط قرار دے کر میرے حوصلوں کو جوان کر دیا۔

اس نے خوب محنت کی۔ مختلف کھیلوں میں حصہ لیا۔ ریسٹنگ میں دل چسپی لی، اس کے ساتھ ساتھ پڑھائی کے میدان کو بھی ہاتھ سے جانے لگا۔ جسمانی ورزشوں سے اپنی جسمانی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے میں مصروف رہا۔ ہاتھ سے دوڑنے کے لیے اس نے سخت محنت کی۔ ۲۰۱۹ء کے کووڈ کے دنوں کا فائدہ اٹھاتے ہوئے کلا رک نے ہاتھوں سے دوڑنے کی تربیت جاری رکھی اور اس نے ۲۰ میٹر کی تیز ترین دوڑ ۸.۷۱ سیکنڈز میں مکمل کر کے اپنا نام گینسر بک آف دی ورلڈ ریکارڈ ۲۰۲۳ء میں لکھوایا۔

اس کے علاوہ باکس چیمپنگ کا ریکارڈ قائم کیا۔ اس نے پہلی ہی کوشش میں ۲۳ انچ، ۳۰ انچ اور ۳۳ انچ کی چھلانگ لگا کر سب کو حیران کر دیا۔ پھر تین منٹ میں ۲۳۸ پٹس اپ لگا کر بھی گینسر آف ورلڈ ریکارڈ میں اپنا نام درج کرا لیا۔

زیون کلا رک، ہمت، خود اعتمادی اور صلاحیتوں سے پُر انسان کا نام ہے۔ زیون کے ٹیوٹر، انسٹا گرام اور ٹیک ٹاک پر اکاؤنٹس ہیں اور اس پر ان کے لاکھوں مداح ہیں۔ وہ ان کے کارناموں کی ویڈیوز دیکھتے ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں۔ زیون اپنی زندگی کے حالات پر ”زیون اُن میچڈ“ نامی ایک کتاب بھی تحریر کر چکے ہیں، جسے بے حد پزیرائی ملی ہے۔

زیون کلا رک کہتے ہیں کہ انہماں کو دنیا میں جو سانس مل چکی ہیں، اسے عزم و حوصلے کے ساتھ گزارنا چاہیے۔ اگر ہم زندگی سے پیار کرتے ہیں تو ہم دکھوں اور تکالیف کا مقابلہ کر کے ایک خوش گوار زندگی گزار سکتے ہیں، یعنی یہ خوشیاں کہیں سے آتی نہیں، بلکہ ہم اپنی محنت اور حوصلے سے انہیں اپنی زندگی میں شامل کرتے ہیں۔

زیون کا سفر تھا نہیں ہے، وہ ۲۰۲۳ء کے سمر اولمپکس میں حصہ لینے کی تیاری میں مصروف ہیں، جہاں ان کا ارادہ ہے کہ کوئی بڑا انعام حاصل کر لیں اور کوئی عالمی ریکارڈ بنانے میں کامیاب ہو جائیں۔

مادری زبانوں کا عالمی دن

ریما تادیب

۲۱ فروری کا دن ہر سال "مادری زبان کا عالمی دن" کے طور پر منایا جاتا ہے۔ یہ دن ۱۹۹۹ء میں پیرس میں منعقدہ یونیسکو کی جنرل اسمبلی میں منظور کیا گیا تھا۔ اسے عالمی دن کی حیثیت سے تسلیم کرنے کے کئی مقاصد تھے جس میں مختلف قوموں کے درمیان ایک دوسرے سے محبت، یگانگت، اخوت، بھائی چارہ بڑھانا اور علم، زبان، تہذیب و ثقافت کی بقا کے لیے کام کرنا شامل ہے۔

۲۰۰۰ء میں ۲۱ فروری کو منعقد ہونے والی ایک تقریب میں یونیسکو کے ڈائریکٹر جنرل نے کہا: "یہ دن نہ صرف مادری زبان کی بقا کا دن ہے، بلکہ یہ ہمیں اس بات کا احساس بھی دلاتا ہے کہ زبان انسانی تہذیب و تمدن کا حصہ ہے، جس کا تعلق ہر انسان سے ہے۔ اس لیے اسے ترقی دینا بھی انسان کی ذمہ داری ہے۔"

۲۰۰۲ء میں یہ دن بہت جوش و جذبے سے نہ صرف پیرس میں، بلکہ دنیا کے دوسرے بڑے شہروں میں بھی منایا گیا۔ اس دن اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل کوئی عنان نے خطبہ صدارت میں کہا: "آج کے دور میں جہاں بڑی زبانوں نے بہت ساری زبانوں کی جگہ لے کر رابطے کو آسان بنایا ہے، وہیں مادری زبانوں کو کم زور کر دیا گیا ہے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ انہیں بچانے کے لیے عوام میں ان کی مادری زبان کی اہمیت کو اجاگر کریں۔ یہ دن منانے کا اہم مقصد یہی ہے۔"

۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۷ء کے دو برسوں میں دو اصول اپنائے گئے۔

۱۔ پہلی زبان چلے (First Language First)

۲۔ اپنی زبان کو مرنے سے مت دو (Don't let our language die)

ان اصولوں کو اپناتے ہوئے دنیا بھر کے ممالک میں مختلف، لیکن جامع حکمت عملی مرتب کی گئی، کیوں کہ مادری زبان ہی ابتدائی تعلیم کے حصول کا بہترین ذریعہ ہوتی ہے۔ ہمیں کسی اور زبان میں مہارت

سچ بولنا پڑا

ڈاکٹر محبوب راہی

جب جان پر بن آئی تو سچ بولنا پڑا

ابو نے کی پٹائی تو سچ بولنا پڑا

اسکول کے بجائے سینا گئے تھے ہم

ہم نے لگی کھپائی تو سچ بولنا پڑا

ای کے آنسوؤں نے ہمیں ڈگکا دیا

دینے لگیں دہائی تو سچ بولنا پڑا

ہم جھوٹ پر اٹل تھے، مگر بھائی جان نے

کی خوب جب دھنائی تو سچ بولنا پڑا

ٹھینکا دکھا دیا جو شریفوں نے بات کی

غندوں نے کی پٹائی تو سچ بولنا پڑا

امرود توڑنے میں احمد پیش پیش تھا

کی اس نے بے وفائی تو سچ بولنا پڑا

بولے تھے جھوٹ سچ کو چھپانے کے واسطے

سچائی چھپ نہ پائی تو سچ بولنا پڑا

سچائی ہو کے رہتی ہے ایک روز آشکار

بات اب سمجھ میں آئی تو سچ بولنا پڑا



حاصل کرنے سے پہلے اپنی مادری زبان پر عبور حاصل کرنا چاہیے جو ہماری شناخت اور تہذیب و ثقافت کی بنیاد ہے۔

مادری زبان نہ صرف لوگوں کی زندگیوں، بلکہ ان کی تعلیم و تربیت اور ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے، جس کی سب سے روشن مثال عین اور روس کی ہے۔ ان بڑی اور عظیم قوموں نے تمام تر ترقی اپنی زبان اور ثقافت کی بدولت حاصل کی۔ مادری زبان کی ترویج اپنی تہذیب سے جڑے رہنے کے لیے انتہائی ضروری ہے، کیوں کہ قوموں کی شناخت ان کی تہذیب اور زبان سے ہوتی ہے، یعنی مادری زبان اس تہذیب کا قیمتی خزانہ ہوتی ہے۔ مادری زبان ایک نسل کو دوسری نسل سے جوڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر مادری زبان کم زور پڑ جائے تو نسلوں کا تعلق بھی کم زور پڑ جاتا ہے۔

اب دوسرے قریب ممالک ہر سال ۲۱ فروری کو مادری زبان کا عالمی دن مناتے ہیں، جس سے وہ اپنی مادری زبان کے تحفظ کا سامنا کرتے ہیں۔ ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ ہم اپنی مادری زبان کے لیے کتنے فکر مند ہیں اور اس کے لیے کیا اقدامات کر رہے ہیں۔ اردو ہماری قومی زبان ہے، مگر آج انگریزی زبان کی مصنوعی چکا چوند اس زبان کی روشنی کو مدغم کر رہی ہے۔ نئی نسل کو اردو سے دور کیا جا رہا ہے اور اردو بولنے والوں پر طغ کیا جا رہا ہے۔

کسی بھی زبان کی ترقی اور ترقی کا دار و مدار اہل قلم اشخاص پر ہوتا ہے، کیوں کہ یہی لوگ نہ صرف معاشرے کی خوبیوں اور خامیوں کو گہری نظر سے دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں، ان کی اصلاح کے لیے جدوجہد بھی کرتے ہیں۔

یہ بات طے ہے کہ ہر انسان اپنی مادری زبان میں ہی سوچتا ہے اور اپنے خوابوں کی تکمیل کے لیے اسی زبان میں کی جانے والی جدوجہد اسے کامیابی سے ہم کنار کرتی ہے۔ ہمیں اپنی مادری اور قومی زبان کی ترقی کے لیے متحد ہو کر کام کرنا چاہیے اور اپنی زبان کی اہمیت و ضرورت کو اجاگر کرنا چاہیے۔

دعا بھی صرف عزائم کا ساتھ دیتی ہے

علاج درد بھی ڈھونڈو، فقط دعا نہ کرو



سات زبانیں

حافظ ثناء اللہ

سرحد (خیبر پختونخوا) کے گورنر بھٹو فضل حق ایک دن ڈیفنس کالونی والے بچے میں خوش گوار موڈ میں بیٹھے پشتو کی تعریف کر رہے تھے۔ انھیں پشتو اور پشتون معاشرے سے بے پناہ محبت تھی۔ کہنے لگے: ”پشتو جنت کی زبان ہے۔“

میں نے کہا: ”سر! جنت کی زبان عربی ہے۔“

جواباً کہا: ”پشتو دوسری زبان ہوتی ہے، میں عربی کہاں آتی ہے۔“

میں نے کہا: ”سر! ساری دنیا کی اپنی ایک ہی زبان ہے۔ یہ شامت فرزند ان سرحد کی آئی ہے کہ وہ ماں کی گود میں پشتو بولتا ہے، باہر ہندکو والوں کا علاقہ ہے تو اسے ہندکو بھی بولنی پڑتی ہے۔ اگر ماں کی گود میں ہندکو بولتا ہے تو باہر پشتونوں کے علاقے میں اسے پشتو بولنی پڑتی ہے۔“

خدا نے ایک ہی زبان دی ہے۔ اب ایک زبان سے دو زبانیں بول رہا ہے۔ ذرا غلط ہوا تو والدین نے اسے مسجد بھیج دیا۔ اب اسے قرآن کی زبان عربی بھی تیسری زبان کے طور پر سیکھنی پڑتی ہے۔ ذرا سمجھ دار ہوا تو ماں باپ نے اسکول وکیل دیا۔ تین زبانوں کے بعد چوتھی زبان سے پالا پڑنا شروع ہوا۔ الف سے انار، یعنی اردو زبان۔

ہائی اسکول گیا تو انگریزی گلے پڑ گئی۔ پانچویں زبان ہو گئی۔ چھٹی زبان بھی اس کا انتظار کر رہی ہے۔

فارسی، اردو کی ماں۔ ماں کو کوئی کیسے نظر انداز کر سکتا ہے۔ ماں کے پاؤں کے تلے تو جنت ہے۔ ماں کا کہنا مانتے ہیں تو چچا غالب کا بھی آدھا کہا ماننا پڑے گا۔ فارسی پڑھیں گے۔ اردو نہیں چھوڑیں گے۔



جلتے ہوئے نوٹ

بشیر احمد بھٹی

ادویہ عمر کے غلام علی صاحب کسی نئی کمپنی میں ملازم تھے۔ ایک دن شام کو گھر میں داخل ہوئے اور اپنی سے پوچھا: ”بجلی کا بل آ گیا ہے؟“

انھوں نے جواب میں صرف ”جی“ کہا۔

”کتنا بل آیا ہے؟“ غلام علی صاحب بولے۔

جواب ملا: ”نو ہزار اکیاسی روپے۔“

”نو ہزار اکیاسی روپے؟“ غلام علی نے دبی آواز میں بیوی کے بتائے ہوئے ہندسے دہرائے۔

پھر ان کی نگاہ غسل خانے کی طرف گئی۔ انھوں نے بیگم سے پوچھا غسل خانے میں کون ہے؟“

”کوئی بھی نہیں۔“ بیگم نے جواب دیا۔



پنجابی پٹھان نسوار کی سنجیدگی کا مسئلہ آتا ہے تو پنجابی بھی بول لیتے ہیں۔ اس طرح سات زبانیں فرزند ان سرحد کو ورثے میں مل جاتی ہیں۔ خدا نے منہ میں ایک زبان دی ہے، مگر بولی سات زبانیں ہیں۔ اس لیے تو سات زبانیں بول بول کر ہماری زبان جلد گھس جاتی ہے۔ پھر پشتون زبان کے بھی کچے ہوتے ہیں، جس کو زبان دے دیتے ہیں، اس پر قائم رہتے ہیں، کبھی زبان واپس نہیں لیتے اور منہ میں صرف دانت رہ جاتے ہیں۔ کوئی بات نہیں اگر دانت تیس نہ بھی ہوں۔

نئی زبانیں سیکھیے

اسکاٹ لینڈ میں ہونے والی ایک طبی تحقیق سے یہ دل چسپ بات سامنے آئی ہے کہ زندگی میں دوسری زبان کو سیکھنا دماغ کو جوان رکھنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ یہ فائدہ کسی بھی عمر میں حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ایڈنبرگ یونیورسٹی کی تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ بڑے عمر میں بھی دوسری زبان سیکھنے کی کوشش کرنے والے مرد اور خواتین دماغی صلاحیت کے لحاظ سے بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ مختلف زبانیں سیکھنے کا عمل دماغ کو چاق چوبند رکھنے میں مددگار بنتا ہے۔ تحقیق میں مزید بتایا گیا ہے کہ ساتھ سے ستر سال کی عمر کے افراد نے جب دوسری زبان کو سیکھنا شروع کیا تو ان کی دماغی صلاحیت میں بھی حیرت انگیز طور پر اضافہ دیکھا گیا۔

اس سے قبل سائنسی تحقیق سے یہ بات سامنے آ چکی ہے کہ دو زبانوں کو سیکھنا ڈیمینٹیا (DEMENTIA) یعنی دماغی تنزلی کا خطرہ پانچ سال تک کے لیے ٹال دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی پتا چلی کہ کسی بولنے والے نوجوان اور بالغ افراد اور اپنی توجہ مرکوز رکھنے والے بہتر صلاحیت رکھتے ہیں اور ان کا دماغ ہٹا ہٹا مشکل ہوتا ہے۔ تحقیق کرنے والوں کا کہنا ہے کہ کئی زبانوں کا سیکھنا دماغ کو مثبت انداز سے بدل دیتا ہے۔



”پھر یہ بلب کیوں جل رہا ہے؟“ غلام علی نے سوال کیا۔

”بیوی نے جلایا ہوگا؟“ بیوی نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”تو تم بلب بند کر دیتیں۔“ غلام علی نے بیوی کو گھورا۔

”کتنی بار بند کرتی ایک بار کا تو مسئلہ نہیں ہے۔ جب بھی بلب بند کرتی ہوں۔ بچے دوبارہ کھول کے بھول جاتے ہیں۔“

غلام علی نے اوپر دیکھا۔ وہاں جو کمر تھا، اس کا بلب بھی جل رہا تھا اور چمکا چمکنے کی آواز بھی آ رہی تھی۔ ”اوپر کون ہے؟“ انھوں نے پوچھا۔

”آپ کا لاڈلا بیٹا ہوم ورک کر رہا ہوگا۔“ بیوی نے بتایا۔

”لیکن وہ تو مجھے راستے میں نظر آیا تھا۔ اپنے دوست کے ساتھ چار ہاتھ۔“ غلام علی نے کہا۔
بیوی نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور بتایا: ”ہاں مجھے یاد آیا۔ ارشد اوپر بیٹھا پڑھ رہا تھا۔ اس کے دوست نے گھنٹی بجائی وہ دروازے پر گیا اور شاید کسی کام سے اس کے ساتھ نکل گیا۔“

غلام علی نرم لہجے میں بولے: ”تو اسے چاہیے تھا کہ چمکا بند کرنا اور بلب بند کر کے جاتا۔“
بیوی نے جواب دیا: ”اب اسے یہ علم تھا کہ اس کا دوست اسے کہیں لے جائے گا۔ اس کا خیال یہی ہوگا کہ بات سن کے واپس آ کر دوبارہ ہوم ورک کر دیں گا۔“

غلام علی نے صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ بڑے دھیمے لہجے میں سمجھایا: ”ارشد اگر دوست کے ساتھ چلا گیا تھا تو تمہیں چاہیے تھا کہ کسی بچے کو اوپر بھیج کر چمکا اور بلب بند کروا دیتے۔ فرض کیا۔ ارشد دو گھنٹے بعد گھر آتا ہے تو کیا جب تک اوپر کے کمرے کا چمکا چمکا رہا ہے گا اور بلب جلتا رہے گا؟“

بیوی نے بے زاری سے جواب دیا: ”اب میں کیا کیا کروں! کہاں کہاں دھیان دوں! یہ بچوں والا گھر ہے، ان کی غلطی ہے۔ آپ ہاتھ منہ دھو لیں، میں کھانا گرم کرتی ہوں۔“



”کھانا رہنے دو۔ گھر کی بدفہمی دیکھ کر میری بھوک ختم ہو گئی ہے۔ نو ہزار کیا سی روپے مل آیا ہوا ہے۔ اگلے ماہ یہ اس بل سے بھی زیادہ آ سکتا ہے۔ مہنگائی کس قدر بڑھ چکی ہے۔ پیسہ کس طرح کمایا جاتا ہے؟ کتنی محنت سے یہ ہاتھ آتا ہے؟ پیسہ کمانا مشکل اور اڑانا آسان ہے۔ ارشد وہ میں آگ جل رہی ہوں اور ہمارا ایک سو کا نوٹ تندور میں گر کر جل جائے تو ہمیں افسوس ہوگا کہ سو روپے کا نوٹ ضائع ہو گیا ہے، لیکن یہی روپے ہم اپنی غفلت، سستی اور بے وقوفی سے بجلی کے بھاری بلوں کی نذر کر دیں تو کیا افسوس نہ ہوگا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہمیں کب عقل آئے گی؟“



ہم اس بارے میں نہیں سوچے تھے لیکن ہے اگر ہم احتیاط کریں اور فالٹو بلب بند کر دیں تو تین ہزار
ایک سو روپے کا بل آئے گا۔ یہ چھ ہزار بے احتیاطی والے بچ جائیں گے۔ یہی روپے ضرورت کی
دوسری گھریلو چیزیں خریدنے پر خرچ کیے جاسکتے ہیں۔ ہزار ہزار کے چھ نوٹ تندور میں گر جائیں تو
تمھاری کیا کیفیت ہوگی؟“

ان کی بیوی یہ سب سن کر جلدی سے بولیں: ”ہائے اللہ، اگر میرے ہاتھوں سے چھ ہزار روپے تندور
میں گر جائیں تو مارے صدے کے میں تو بے ہوش ہو جاؤں گی۔“

غلام علی مسکرا کے بولے: ”بیگم! فضول بجلی استعمال کرنا، بس یوں سمجھ لو کہ ہزار ہزار کے چھ نوٹ
آگ لگا کر جلانے کے برابر ہے۔ نوٹ جلتے تندور میں جلائیں یا بجلی والوں پر قہر مان کریں، ایک ہی
بات ہے۔ چھ ہزار روپے کی ہم اگر ضروری کریں تو معلوم ہو گا کہ جو پیسے ہم نے احتیاط کر کے
بچائے تھے۔ وہ ہمارے کام آگئے۔ ویسے بھی کفایت شعار اور دور اندیش لوگ اپنے آڑے وقت کے
لیے کچھ نہ کچھ رقم بچا کے رکھتے ہیں، کہیں کسی اچانک ضرورت کے تحت کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلا نا
پڑے۔ جو لوگ پیسے اور وقت بکے در در سے برباد کرتے ہیں وہ اکثر پریشان رہتے ہیں۔“

بیوی کچھ دیر تک سوچ و فکر میں مبتلا رہیں اور بولیں: ”بس آپ کی یہ بات میری سمجھ میں آگئی ہے کہ
اگر ہمارے ہاتھ سے سو روپے کا نوٹ تندور میں گر جائے تو ہم افسوس کرتے ہیں اور اپنی سستی سے ہم
گھر کے فالٹو بلب نہ بند کر کے ہزاروں روپے ضائع کر دیتے ہیں۔ اب میں خود اپنے ہاتھ سے یہ
بلب بند کروں گی، چاہے اوپر والے کمرے کے بلب بند کرنے کے لیے مجھے بیڑھیاں چڑھنے کے اوپر
جانا پڑے۔“

غلام علی یہ بات سن کر مسکرائے اور بولے: ”بیگم تم نے میری پریشانی دور کر دی ہے۔ میں ہاتھ دھونے
جا رہا ہوں۔ تم کھانا گرم کرو۔ بڑے زور کی بھوک لگی ہے۔“



جدون ادیب

مشکل فیصلہ



کیا کسی نے آپ کا راز سمجھنے کی دھمکی دے کر آپ سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے؟ اگر بڑی
اصلاح میں اسے بلیک میل کرنا کہتے ہیں۔

لیکن کیا آپ تصور کر سکتے ہیں کہ ایک شاگرد، اپنے استاد کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرے۔ ٹھیکریے،
میں آپ کو پورا قصہ سناتا ہوں۔

اس دن میں نے اپنے فلیٹ کے دروازہ کھولا تو نیچے ایک لفافہ پڑا دیکھا۔ مجھے مزاحمت نہیں ہوئی۔
اکثر بل وغیرہ لفافے میں ڈال کر دروازے کے نیچے سے اندر سرکا دیے جاتے تھے۔ میں اکیلا رہتا
تھا۔ جب کہ میرے والدین اور بہن بھائی گاؤں میں رہتے تھے۔ میں صبح ایک اسکول میں پڑھاتا اور
شام کو خود یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ اسکول کے قریب ایک خوب صورت عمارت میں مجھے فلیٹ اس



لیے مل گیا تھا کہ میں ایک معزز اور مہربان تھا۔ کبھی کبھی امی ابو مجھ سے ملنے آ جاتے تو وہ کچھ دن میرے پاس ٹھہر جاتے، ورنہ میں ہوتا اور میری کتابیں۔ ارد گرد کے لوگ میری عزت کرتے تھے۔ اسی عمارت کے کئی بچے میرے اسکول میں زیر تعلیم تھے۔ اس طرح ایک غیر متوقع خط میرے نام آئے گا، میں نے سوچا نہ تھا۔

یہ خط میرے کسی نام معلوم شاگرد کے تھا تھا۔ اس نے مجھ سے مطالبہ کیا تھا کہ اسے کلاس باغیچہ بنا دوں، ورنہ اس کے پاس میرا ایک راز ہے، جسے وہ سب کو بتا دے گا۔

فطری طور پر مجھے پریشانی لاحق ہو گئی۔ انسان تو خطا کا پتلا ہے۔ جانے انجانے ہم غلطیاں کرتے رہتے ہیں اور پتا نہیں میری کیا کمزوری اس کے پاس تھی، یہ سوچ سوچ کر میں پریشان ہو گیا۔ خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جب نئے ماسٹر کا انتخاب ہوگا تو وہ دو انگلیوں سے دکڑی کا اشارہ کر کے اپنی پہچان ظاہر کرے گا۔

معاملہ پریشان کن، مگر دل چپ بھی تھا۔ آخر میں نے طے کر لیا کہ کیا کرنا ہے اور اس کے لیے ضروری روک تھام بھی کر لی تھی۔

آخر وہ لمحہ آن پہنچا۔ میں کمرہ جماعت میں موجود تھا۔ کلاس کا مانیٹر احمد کی وجہ سے اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہونے کی درخواست دے چکا تھا اور اب مجھے نئے مانیٹر کا انتخاب کرنا تھا، جس کے لیے ذکی، ارسلان اور ندیم امیدوار تھے۔

سب سے پہلے میں نے احمد کی بات کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے کلاس کا نظام اچھے طریقے سے چلایا تھا۔ پھر میں تینوں امیدواروں کے پاس گیا اور ایک ایک کر کے ان کو فور سے دیکھنے لگا۔ ذکی نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور فتح کا اشارہ کیا۔ میں نے اثبات میں سر ہلایا اور ذکی کو مانیٹر منتخب کر لیا۔ سارے بچے حیرت سے مجھے دیکھنے لگے، کیوں کہ وہ تینوں میں ذرا لاپرواہ مزاج کھلڑکا تھا۔ سب کا



خیال تھا کہ میں ارسلان کو مانیٹر بناؤں گا، لیکن بچے میرے فیصلے کا پس منظر نہیں جانتے تھے۔ پھر نہ چاہتے ہوئے بھی ان کو میرا فیصلہ ماننا پڑا۔ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا، مگر ذکی وعدہ خلافی پر اتر آیا۔ چون کہ میں گھر سے کچھ کھانے پینے کے لیے نہیں لانا تھا تو کینٹین سے کچھ لے لیتا تھا۔ اس وقت میں کینٹین سے سوسے لے رہا تھا تو میں نے ذکی کو دیکھا۔ وہ اپنے دوستوں کی خاطر تواضع کر رہا تھا۔ اپنا نام سن کر میں چونکا۔ وہ حیرے لے لے کر کہہ رہا تھا: ”ہر آدمی کے کچھ راز ہوتے ہیں، جنہیں وہ سب سے چھپانا چاہتا ہے اور میرے پاس سرسبیل کا ایک راز ہے، سنو گے!“

”ہاں، ہاں کیوں نہیں۔“ اس کے دوست بیک وقت بولے۔

میں چاہتا تو بد اخلاقت کر سکتا تھا، مگر میں خاموش رہا اور یہ جاننا چاہتا تھا کہ میرا کیا راز ہے؟

تب ذکی بولا: ”سرسبیل کا راز یہ ہے کہ وہ کسی کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے۔ ان جیسا ہمدرد، مہربان اور



نیک انسان میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔
اب وہ اور بچے میری تعریفیں کرنے لگے۔ میں وہاں سے ہٹ گیا اور لاہور کے پیر یڈ میں ڈکی کو
بلوایا۔ وہ اس بلاؤے پر کچھ گھبرا یا ہوا تھا۔ آخروہ بولا: ”مجھے بتا تھا، یہ مرحلہ ضرور آئے گا۔“
”تو تم ذہنی طور پر تیار تھے؟“ میں نے سخت لہجے میں پوچھا۔
”ہاں، مگر اذرا و کرم میری پوری بات سن لیجیے۔“ اس نے آہستگی سے کہا۔
”ضرور سنوں گا، مگر کیا تمہارا یہ طرز عمل درست تھا؟“
”بے شک غلط تھا۔“ وہ سر جھکا کر بولا: ”اور اس پر آپ سے بہت شرمندہ ہوں، معافی چاہتا ہوں۔“
”معافی مانگنے کے بجائے بھروسہ حاصل کیا ہے، خود کو اس کا اہل جانچ کر۔ اب تم
جاسکتے ہو۔“ میں نے سخت انداز میں کہا۔

اور وہ سر جھکا کر چلا گیا۔

جلد ہی ڈکی نے ثابت کر دیا کہ وہ اس ذمے داری کا اہل بن چکا ہے اور اصل بات میں آپ کو بتانا
بجول گیا۔

میں نے ڈکی کی لکھائی سے اس کو پہچان لیا تھا۔ میں اس کے والد سے ملا جو ڈکی کی غیر ذمے داری کی
عادت سے بہت نالاں تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ ڈکی ساری زندگی کچھ نہیں کر سکتا۔ اوپر سے اس کی والدہ
پیار تھیں۔ تب میں ساری بات سمجھ گیا کہ وہ اپنی ماں اور باپ دونوں کو ایک ذمے داری بن کر دکھانا
چاہتا تھا اور میں ایک شفیق معلم کی حیثیت سے نہ اس کی خواہش کا گناہ ٹھونکتا تھا اور نہ اسے سرکھڑا
کر کے ہمیشہ کے لیے مایوس کر سکتا تھا۔ تب میں نے وہ کیا، جو میں نے ضروری سمجھا، شاید آپ کو
میرے فیصلے سے اختلاف ہو، مگر اساتذہ کو کچھ ایسے مشکل فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔

☆☆☆



سعید سیاح ترکی میں (۲)

نوہا لو! بات یہاں سے شروع ہوئی تھی کہ سارے ممالک سے ہماری دوستی کی خاطر باہمی لین دین
ہے، جس میں پاکستان ہر طرح مظلوم ہے، مگر ترکی سے ہماری دوستی قلمی ہے۔ یہ دوستی کئی مہینے دین
سے ملوث نہیں ہے! اور یہ دوستی اس درجہ چلتی ہے اور بعض حالات میں ایک طرف ہے کہ حیرت ہوتی
ہے۔ میں واقف ہوں کہ دولت کے لالچی پاکستانیوں نے تکلیفیں پہنچائی ہیں۔ ہم نے غیر ممالک سے
موٹر کاریں ترکی میں درآمد کی ہیں اور پاکستانی ہونے کے ناتے کسٹم ڈیوٹی کی پچوٹ لی ہے، مگر ہم نے
وہاں ان کو غیر قانونی طور پر فروخت کیا ہے، مگر ہماری ہر غلطی کو ترکی نے نظر انداز کیا ہے۔ پہلے ترکی
اور پاکستان کے درمیان ویزا نہیں تھا، مگر اب ویزا خود ہم نے لگوا لیا ہے۔ ہمارے بے حد اصرار پر
ترکی نے ویزا کی پابندی لگائی ہے کہ ہم اپنے پاکستانیوں کے کروڑوں سے واقف اور شرمندہ تھے۔

قدر دانی علم و عالم:

نوناہو! ترکی میرا آنا جانارہتا ہے۔ میں اپنے طور پر بھی یہاں آیا ہوں اور حکومت ترکیہ کے مہمان کے طور پر بھی میں نے ترکی میں شب و روز گزارے ہیں۔ میں نے ترکی کو علم دوست پایا ہے۔ یہاں عالم کی قدر داناں اپنے شباب پر ہیں اسلام کی یہ ذریں روایت اور شریعت اسلامی کی یہ شہادت ترکی میں زندہ و تابندہ ہے۔ ترکی کی اولیوں میں تعلیم کو مقام اعلیٰ حاصل ہے۔ یہاں سونی صد تعلیم فرض اور حق سمجھی جاتی ہے۔ یہ فقط اظہار عزم اور ارادہ نہیں ہے اور نہ یہ محض زبانی اعلانات ہیں، ترکی میں فرض اور حق کا مفہوم سمجھا جاتا ہے اور عمل میں کوتاہی کو گناہ قرار دیا جاتا ہے۔

میں نے بڑی مسرت کے ساتھ یہ لکھا ہے کہ ترکی میں صاحبان علم و حکمت کو مقام بلند و رفیع دیا جاتا ہے۔ یہ جامعات کے صدور، صدر مملکت کے ساتھ بیٹھا کرتے ہیں۔ یہاں صاحبان دانش سروس پر بٹھائے جاتے ہیں۔

ہوائی جہاز میں جب میں یہ سطور تحریر کر رہا ہوں تو میرا دل ڈاکٹر ارشد علی بیگ اور ڈاکٹر اقبال قریشی کے لیے دکھ رہا ہے۔ پاکستان کے دو محترم سائنس دان ترکی میں عالمی سائنسی پیش رفت میں موجود نہیں ہوں گے، اس لیے کہ ان سائنس دانوں کو عناصریات پر عالمی کانگریس میں شرکت کی اجازت گزشتہ تین ماہ کی جدوجہد کے باوجود نہیں مل سکی ہے۔ ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے ویزا وغیرہ کی تمام کارروائیاں کرا دیں اور ٹکٹ ان کے لیے خرید لیے گئے۔ ان کا پروگرام جو کورواہیونی ورٹی کو بھجوا دیا گیا۔ ان کے مقالات بھجوائے گئے جو قبول کر لیے گئے مگر پاکستان کے ان دو لائق سائنس دانوں کو روک لیا گیا ہے اور اس عالمی مجلس سائنس میں پاکستان کے علمی مرتبے کے اظہار کا ان کو موقع نہیں دیا گیا۔

ترکی میں اس انداز کا ظلم روا نہیں ہے۔ اوانا کے ہوائی میدان پر جب محترمہ ڈاکٹر فیض یورگیر نے اصرار سے پوچھا کہ بیک اور اقبال کیوں نہیں آئے تو میں شرم سے پانی پانی ہو گیا۔ میں نے سچ کو

یہاں اس لیے چھپایا کہ اس سچ سے مجھے بے غلطی ملک کے وقار کو صدمہ پہنچ رہا تھا۔ سچ یہ ہے کہ پاکستان کا پیرو کریت علم و عالم دونوں پر قابض و حاکم ہے۔

میرا ایک واقعہ:

نوناہو! آج مجھے اپنا ایک واقعہ یاد آیا ہے۔ اتنا ترک مصطفیٰ کمال کے ایک جشن علمی میں مجھے مدعو کیا گیا تھا۔ یہ ۱۹۸۱ء کی بات۔ ان دنوں پاکستان میں میرا مرتبہ وفاقی وزیر کا تھا۔ ترکی میں تاریخ و فلسفہ سائنس کے ایک تبحر عالم جناب ڈاکٹر عائدین سائلی نے ایک صبح میرا تعارف ٹرکش ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر اور جنرل سکریٹری سے ان کے دفتر میں کرایا۔ انھوں نے مسکرا کر ہاتھ ملایا اور سرد مہری کے ساتھ اپنی مصروفیت جاری رکھی۔ میں نے اس صورت حال کا اثر قبول کیا۔ مجھے دکھ بھی پہنچا اور شرمندگی بھی ہوئی!

نوناہو! میں اپنے ساتھ اپنی ۱۵-۱۶ کتابیں لایا تھا۔ میں نے سفیر کبیر پاکستان عالی جناب ایم ایم عباس سے درخواست کی کہ میری یہ تمام کتابیں لانچ سے پہلے ٹرکش ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر اور جنرل سکریٹری کے دفتر میں چھپو۔ انھوں نے اذرا و کرم ایسا ہی کیا!

نوناہو! اشام کو پانچ بجے ڈاکٹر عائدین سائلی آئے۔ ان کے ساتھ ٹرکش ہسٹاریکل سوسائٹی کے صدر اور جنرل سکریٹری دونوں تھے۔ بڑی ہڈ تپاک ملاقات ہوئی۔ ارشاد ہوا کہ آج آپ کی ملاقات عالی مرتبت صدر گرامی ترکی جناب محترم ایورین صاحب سے ہوئی ہے۔ کیا آپ زحمت فرمائیں گے؟ میں نے یہ بڑی خوش گواری زحمت فرمائی۔ بجے صدر جمہوریہ ترکی سے انھوں نے میری ملاقات یہ حیثیت عالم پاکستان کرائی! صبح وزیر حکیم سعید سے قطعی بے رخی اختیار کی اور جب ان کو میری کتابوں سے میرا مرتبہ معلوم ہو گیا تو وہ چل کر میرے پاس آئے اور صدر ترکی سے میری ملاقات کا اہتمام

کیا! وزیر کے ساتھ وہ سرد مہری تھے اور عالم کے ساتھ ان کا رویہ عالمانہ تھا!

ایک عظیم انسان

پاکستان کے ایک انسان کو، جسے ساری دنیا نے ایک عظیم انسان قرار دیا اور جسے اقوام متحدہ نے دنیا کے اسلام کا نمائندہ تسلیم کیا، جب پیریم طاقتوں کی سازش و آمیزش سے شہید کیا گیا تو اس کا سوگ ترکی نے بالکل اس طرح منایا جیسے کہ ضیاء الحق ترک تھے! میں اس دن اور دوسرے دن انقرہ میں تھا۔ پورے ترکی میں ترکی کا سرخ ہلائی پرچم ہر گونہ تھا۔ ہر ترک عوام غم تھا اور جو عالم۔ پھر دھپانے یہ بھی دیکھا کہ ترکی کا صدر، وزیراعظم، سپہ سالار اعظم سب کے سب اسلام آباد میں موجود تھے۔ ترکی میں ایسی کوئی مثال موجود نہیں ہے کہ یہ تینوں عظمتیں یک وقت ترکی سے باہر ہوں! سفارت پاکستان انقرہ میں کھلی ہوئی کتاب فہم میں وہیں نے فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے ہم پاکستانیوں کے دستخط ہونے چاہئیں۔ ہم جب وہاں پہنچے تو سب سے پہلے قاسم گلک پر جناب قاسم گلک صاحب کے دستخط تھے۔ وہ ہم سے کہیں پہلے آکر دستخط کر کے چاچکے تھے۔ قاسم گلک میرے دیرینہ دوست ہیں۔ وہ عالی مرتبت غازی عصمت انولو کے دست راست تھے۔ میں ۱۹۵۶ء میں ان دونوں سے ملا تھا۔ غازی عصمت انولو سے میری ملاقات قاسم گلک کے ساتھ ہوئی تھی۔ ان دنوں قاسم گلک ترکی کے وزیراعظم بننے بننے رہ گئے تھے، گونا گونہ میگزین نے ان کی تصویر پائل پر چھاپ بھی دی تھی۔

مجھے یاد آیا۔ جناب غازی عصمت انولو سے تادل خیال جب ختم ہوا تو وہ اور ہم (بھائی جناب محترم حکیم عبدالحمید صاحب، ڈاکٹر برکات احمد اور میں) ان کے ساتھ بیٹھے آئے۔ وہ رخصت ہو رہے تھے۔ سڑک پار کرنی تھی وہ پڑی پر کنارے کھڑے ہو گئے۔ ہزار آنکھوں نے ان کو دیکھا اور پھر میری چشم حیرت نے یہ منظر دیکھا کہ دونوں طرف سے ٹریفک رک گیا۔ غازی عصمت انولو کے لیے راستہ بن گیا اور دونوں طرف دیکھتے، مکرانے اور شکرے کا ہاتھ ہلاتے سڑک سے گزر کر اس پار چلے گئے اور ٹریفک پھر رواں دواں ہو گیا!



نوہا! اپنے سابق صدر کا ترکی میں یہ احترام تھا! اس روشنی میں ذرا پاکستان کے ہر صدر کے مرتبہ و مقام پر غور تو کیجیے اور اپنے دل سے سوال کیجیے کہ آپ نے اپنے کون سے صدر کا احترام کیا ہے؟

ایک سو عظیم کتابیں

میں اس کا داعی ہوں کہ عالم اسلام نے اپنے دور عروج میں لا تعداد بیوت الحکمت کے ذریعے سے جو سرمایہ علم و حکمت تیس لاکھ مخطوطات کی صورت میں برطور میراث چھوڑے اس کا تحفظ کیا جائے۔ اس خزانہ علم و حکمت کا بڑا حصہ مغرب میں ہے، مگر مشرق بھی اس سے خالی نہیں۔ فرق یہ ہے کہ مغرب اس دانش قدیم اور حکمت مسلم کو مستفادہ کر رہا ہے، مگر مشرق میں یہ مخطوطات و کتب و مباحثات بنے ہوئے ہیں اور موضوع نمائش میں آئے دنیا کے بہت سے اجتماعات عالمی میں یہ بات کہیں ہے کہ عالم اسلام کو ان مخطوطات پر توجہ کرنی چاہیے۔ ان کی فہرستیں تیار کرنی چاہئیں۔ موضوعات کا تعین کرنا چاہیے اور پھر ان کے کریٹیکل ایڈیشن مرتب کر کے ان کے آج کی زبانوں میں تراجم کرانے چاہئیں



محبت کا تہوار

اولیں حفیظ

ہر سال ۱۴ فروری یعنی ویلنٹائن ڈے کے موقع پر پاکستان ہی نہیں دنیا کے بہت سے ممالک کے لوگ کئی گروہوں میں تقسیم ہیں۔ کچھ ”محبت کا تہوار“ منانے کے حامی نظر آتے ہیں اور کچھ بے محبت کے بجائے ”بے حیائی کا دن“ قرار دیتے ہیں اور اس تہوار کو اپنی تہذیب اور اقدار پر حملہ تصور کرتے ہیں۔ اس تہوار کا تاریخی جائزہ لیا جائے تو علم ہوتا ہے کہ اس دن کو منانے سے متعلق لاتعداد روایات اور فرضی قصے مشہور ہیں۔ جن کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں ہے۔

آج یورپ میں کرسس کے سب سے زیادہ کارڈز اسی موقع پر دیے جاتے ہیں۔ باقی دنیا کا جائزہ لیں تو مسلم ممالک سمیت کئی مشرقی ملکوں، بلکہ بھارت جیسے قدامت پسند معاشروں میں اس دن کو منانے کا غیر مقدم نہیں کیا جاتا۔ انڈونیشیا اور سعودی عرب میں تو اس پر اعلانیہ پابندی رہی۔

۲۰۱۱ء میں ملائیشیا کے نائب وزیراعظم محی الدین یسین نے اس دن کو مسلمانوں کے لیے ”غیر مناسب“ قرار دیا تھا جب کہ ملائیشیا کے اسلامی تنظیموں نے ایک باقاعدہ تحریک شروع کی تھی جس کا عنوان تھا: ”ویلنٹائن ڈے کے پھندے سے ہوشیار رہیں“ ہمارے ہاں بھی یہ دن شروع سے ہی جھگڑے کی زد میں رہا۔ بعض مذہبی تنظیموں کی جانب سے بے حیائی کے اس دن کے مقابل ”یوم حیا“ منانے کی مہم کا اعلان کیا گیا۔

۲۰۱۷ء میں اسلام آباد ہائی کورٹ میں اس سلسلے میں ایک درخواست دائر کی گئی تھی، جس پر عدالت عالیہ نے

اور اس طرح تاریخ، سائنس اور علوم و فنون کے سلسلے کی ہر ٹوٹی کڑی کو جوڑ دینا چاہیے۔ میں نے اپنے دوست جناب محترم اے کے بروہی سے کہا کہ وہ نیشنل جبرہ کاؤنسل کے زیر انتظام یہ کام شروع کرائیں اور پھر ہم نے ”ایک سو عظیم کتابیں“ منتخب کرنے کا فیصلہ کیا اور ان کے انگریزی زبان میں تراجم شائع کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کام کے لیے شہید ضیاء الحق محترم نے پورا تعاون کیا اور پھر وزیراعظم پاکستان جناب محمد خان جو نجو صاحب نے پچاس لاکھ روپے کا سرمایہ فراہم کیا، اس طرح ایک میدان علم میں پورے ثبات کے ساتھ پیش قدمی ہوئی۔

میں اگست ۱۹۸۸ء میں ترکی اسی سلسلے میں آیا تھا۔ محترم جناب ڈاکٹر این اے بلوچ صاحب نے اہتمام کیا تھا۔ میرے دوست ڈاکٹر عائدین سائیلی صاحب نے بہ حیثیت گمراہ ثقافت تبادل خیال کا اہتمام کیا تھا اور ہم ترکی کی چند کتابیں ایک سو عظیم کتابوں میں شامل کرنا چاہتے تھے۔

قومی المیہ

ہماری بیالیس سال کی تاریخ اس پر شاہد ہے کہ عادت گری سیاست نے اور تو انگری سیادت نے ہمارا قومی مزاج ایسا بگاڑ دیا ہے کہ ہم محبت و احترام سے کمر محروم ہو گئے ہیں۔ دنیا کے لوگ تو یہ کہتے ہیں کہ انسان پاکستان میں شاید انسانیت باقی نہیں رہی ہے۔ ہم ایک ایسے قومی المیے کی گرفت میں ہیں کہ جس نے ہمارے وقار کو پامال کر دیا ہے۔ ذرا پاکستان کی گزشتہ بیالیس سال (یہ ذکر ۱۹۸۹ء کا ہے) کی کتب نصاب اٹھا کر دیکھیں، ان میں ہمیں اپنے کسی پاکستانی ہیرو کا ذکر نہیں ملے گا۔ ہم نے پاکستان کے ہر سربراہ کو بدنام کیا ہے، اس حد تک کہ افراط نے ان سے صرف نظر کیا ہے اور صاحبان فکر و قلم نے کتب نصابی میں ان کا ذکر کرنا تک گوارا نہیں کیا ہے۔ اپنے سربراہوں کے ذکر سے سپاٹ یہ کتابیں ہماری تاریخ ہیں اور ہماری یہ تاریخ اپنے سربراہوں کے ذکر سے خالی ہے، کیا یہ ایک قومی المیہ نہیں ہے؟

(جاری ہے)



۱۳ فروری ۲۰۱۷ء کو فیصلہ کیا جاتا ہے اس تہوار کو غیر اسلامی قرار دیا اور عوامی مقامات پر ویلنٹائن ڈے منانے پر پابندی عائد کر دی گئی۔

اکثریت کی رائے یہ ہے کہ یہ سراسر غیر اسلامی رواج ہے اور ہماری معاشرتی تہذیب و روایات کے خلاف ہے۔ اسلام میں تو لڑکیوں کو اپنا چہرہ چھپانے اور لڑکوں کو نگاہ نیچے رکھنے کا حکم ہے، جب کہ اس تہوار میں منظر مخالف ہی کو پھول یا کوئی تحفہ دے کر اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے۔

جو لوگ ویلنٹائن ڈے کو اپنوں سے محبت کے اظہار کے دن کے طور پر منانا چاہتے ہیں، وہ بھی اس سوال کا جواب دینے سے قاصر نظر آتے ہیں کہ ویلنٹائن ڈے کی اصلیت کیا ہے اور کیا یہ دن واقعتاً ”اپنوں“ سے اظہار محبت کے لیے ہے؟

اس تاریخی حقیقت سے بہت کر یہ سوال بھی کم اہم نہیں کہ اپنوں سے محبت کا اظہار کسی ایک دن کا تہیاج کیوں ہے؟ صرف ویلنٹائن ڈے پر ہی اپنوں سے اظہار محبت کیوں کیا جائے اور وہ بھی ایسی صورت میں جب اس دن کی اپنی پوری تاریخ خاصی مشکوک ہو؟

ایسے تہواروں سے تو خود مغرب کی تہذیب بھی فخر مند ہے۔ یہ شاخ ناز پہنے وہ آشیانے ہیں، جن کی طرف علامہ اقبال نے توجہ مبذول کرائی تھی کہ ”مجموعہ تہذیب اپنے ہی خنجر سے خود کو کٹی کرے گی۔“

ایسے میں سوال یہ ہے کہ ہم مغرب کا منہ دیکھ کر اپنے منہ پر ٹھاپے کیوں مار رہے ہیں؟ کیا ہم اس تہذیب کو اپنانا چاہتے ہیں؟ جو خود نوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اس سے سبق سیکھنے کے بجائے ہم اس کے خرافات کیوں دہراننا چاہتے ہیں؟ آخر یہ کیسی محبت ہے جس سے معاشرے کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ رہا ہے؟ مسلمان معاشرے میں عیدین کے تہوار بھی آپس کی محبت بڑھانے کے لیے ہیں۔ ہم ویلنٹائن ڈے کو ”یوم محبت“ کے خلاف میں پلٹ کر نہ تو اس کی تاریخ اور اس کے رسوم و رواج کو دفن کر سکتے ہیں اور نہ غلوں و محبت جیسے پاکیزہ جذبے کو کسی ایک دن میں قید کر سکتے ہیں۔

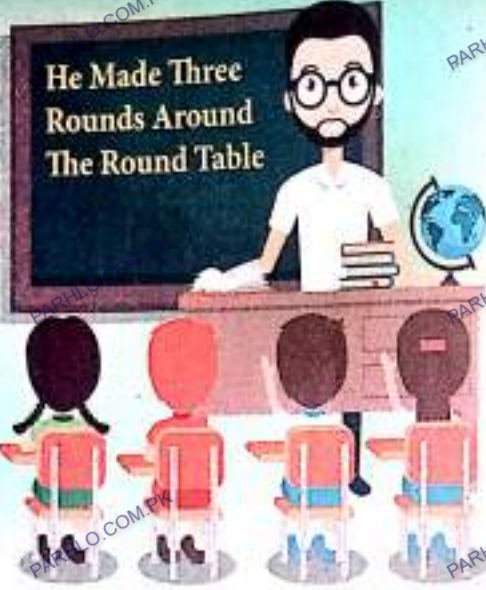
محبت ہر لمحے، ہر ساعت ہر انسان سے ہونی چاہیے۔ ہمیں تو ہر روز یوم انکرام منانا چاہیے کہ اللہ ہم مسلمان ہیں۔ ☆



ہم نے پڑھی

انگریزی

کرشن پرویز (بھارت)



ہر انسان بچپن میں کچھ ایسی شرارتیں یا حرکتیں کرتا ہے جو زندگی میں اس کے لیے ایک یادگار سرمایہ بن جاتی ہیں۔ جب وہ کشمکش میٹھی یا دس ذہن میں آتی ہیں تو لبوں پر بے ساختہ مسکراہٹ دوڑ جاتی ہے، مگر آج کے بچوں کا بچپن انٹرنیٹ، موبائل اور کمپیوٹر گیم کے بوجھ تلے دب کر رہ گیا ہے۔ بچوں کی مسکراہٹ، مصومیت، چلبلا پن، اچھل کود سب غائب ہو چکا ہے۔ آج کا ماحول دیکھ کر مجھے اپنے بچپن کی کچھ باتیں یاد آ گئیں، جنہیں پڑھ کر آپ بھی لطف اندوز ہوں گے۔

یہ ۱۹۵۰ء کی بات ہے۔ ہم آٹھویں جماعت پاس کر کے نویں جماعت پہنچے تو ہمارے انگلش کے ٹیچر جناب پی۔ ایم۔ دلا دلا (P.M. Dada) اسکول چھوڑ کر چلے گئے۔ ایک ہفتہ میٹھی خوشی میں گزر گیا، مگر ایک ہفتے بعد جناب ڈیلا (W.M. Raeburn) ہمیں انگلش گرامر پڑھانے کے لیے آ گئے۔ ایک دن انھوں نے حکم دیا کہ کل اتوار کو جماعت کے سب بچے اسکول کے میدان میں کرکٹ کھیلیں گے۔ اس وقت ہم نے کرکٹ کا نام سنا تھا کہ یہ انگریزوں کا کھیل ہے، مگر کھیلے کیسے



ہیں، یہ نہیں معلوم تھا۔

اتوار صبح سات بجے سب بچے گراؤنڈ میں حاضر تھے۔ پہلے تو رابرٹ صاحب نے ہمیں کھیل کا سامان بیٹ، وکٹ، پیڈ وغیرہ دکھایا اور سمجھایا۔ اس کے بعد کلاس کی دو ٹیمیں بنا کر کھیل کھلانا شروع کر دیا اور موقعے موقعے پر سمجھاتے بھی رہے۔ خود بھی عمل کر کے دکھاتے رہے، چوں کہ زیادہ تر بچے اتنا ڈی تھے، اس لیے کھیل بغیر ہار جیت کے فیصلے کے ختم ہو گیا، مگر رابرٹ صاحب نے ہم کو کھیل کر کٹ پر مضمون لکھ کر لائیں۔

دوسرے دن بچے اپنی اپنی سمجھ کے مطابق مضمون لکھ کر لائے۔ جب میری کاپی دیکھی تو رابرٹ صاحب آگ بگولا ہو گئے، کیوں کہ جو کچھ میں نے لکھا تھا، اس کا ترجمہ یہ ہے: ”کرکٹ، گلی ڈنڈے کی بدلی ہوئی شکل ہے، مگر گلی ڈنڈے کی شکل میں، چوک میں کہیں بھی کھیلا جاسکتا ہے، مگر کرکٹ کے لیے بیٹ، پیڈ، وکٹ اور کھلا میدان چاہیے، جو کہ ہندوستان جیسے غریب ملک میں والدین نہیں خرید سکتے۔ گلی ڈنڈے پر کچھ خرچ نہیں ہوتا اور دو چار بچے بھی کھیل سکتے ہیں، جب کہ کرکٹ کے لیے پوری ٹیم چاہیے اور سارا سارا سامان بھی، جو کہ آج کے حالات میں ممکن نہیں ہے۔“

رابرٹ صاحب نے کلاس کے بعد دفتر میں آنے کے لیے کہا۔ دفتر میں میرے ہاتھوں پر ایک ایک بید مارا اور بولے: ”آئندہ خیال رکھنا، ٹھیک ٹھیک لکھنا۔“

میں نے دونوں ہاتھ بگلوں میں دبائے کلاس میں آیا تو دوستوں نے گھبرایا۔

”دو پڑے کہ چار؟“

”دو۔“

”جھوٹ بول رہے ہو، ہاتھ دکھاؤ۔“

میں نے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ دونوں ہاتھوں پر ایک ایک لال نشان تھا۔

ایک مہینے بعد پھر ایسی نوبت آ گئی۔ رابرٹ صاحب گرامر پڑھاتے پڑھاتے اردو، پنجابی کے بُرائی کرنے

لگے اور انگریزی کی اہمیت اتنی بڑھا چڑھا کر بیان کرنے لگے کہ جیسے انگریزی دنیا کی اعلیٰ ترین زبان ہے اور دوسری زبانیں اس کے سامنے کتر ہیں۔ اس دن پھر مجھے جوش آ گیا۔ میں سیٹ پر کھڑا ہو گیا۔

”بولو..... کیا بات ہے؟“ رابرٹ صاحب نے کتاب میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

”سر! آپ نے ہندوستانی زبانوں کو بہت گھٹایا بتایا ہے۔ اگر یہ گھٹایا تو انگریزی کون سی اچھی زبان ہے۔ اس میں بھی گھٹایا نہیں ہو سکتا۔“

”کیا مطلب؟“ رابرٹ صاحب نے ناراض ہو کر کہا۔

”سر!“ میں نے کہا: ”انگریزی کا ایک جملہ ہے، I am Going، یعنی اس میں جانے کا ذکر ہے۔ اس سے پتا نہیں چلتا کہ یہ جملہ لڑکے نے کہا ہے کہ لڑکی نے، جب کہ اردو ہندی میں یہ مشکل نہیں ہے۔ ایک بات اور ہے سر! ایک جملہ ہے، اُس نے گول میز کے گرد تین چکر لگائے۔ اس کی انگریزی آپ نے بتائی تھی: He Made Three Rounds Around The Round Table اب اس میں لفظ ”راؤنڈ“ کو تین بار استعمال کر کے کام چلایا گیا ہے، جب کہ اردو ہندی میں ایک ہی لفظ کو بار بار نہیں دہراننا پڑتا۔ اس کے علاوہ انگریزی میں قریبی رشتے بھی ختم ہو گئے ہیں۔ چچا، ماموں، پھوپھا، تایا، سب کو اٹکل کہا جاتا ہے۔ چچی، مامانی، پھوپھی اور تائی بھی نہیں رہیں، سب مل کر خال ہو گئیں۔ اسی طرح ان کے بچوں کی آپس میں پہچان بھی نہ رہی، سب ایک دوسرے کے کزن ہو گئے۔ پتا نہیں چلتا کہ یہ بچا زاد ہے یا خالہ زاد! پھر کزن لڑکا بھی ہے اور لڑکی بھی۔“

اب رابرٹ صاحب کی فکری بڑھنے لگی، کیوں کہ ان کا تیر، ان ہی پر چل گیا۔ مجھے اس بات کا اندازہ تو تھا کہ آج پھر دفتر میں بید پڑیں گے مگر پھر حوصلہ کر کے کہا: ”سر! یہ ہی نہیں بہت سے الفاظ ایسے ہیں، جن کا تلفظ ایک ہی ہے، جنہیں آپ جب تک فقرے میں استعمال نہیں کریں گے، مطلب واضح نہیں ہوگا، مگر اردو میں یہ بات نہیں ہے۔“

”راؤنڈ“ کا مطلب ٹھیک بھی ہے اور دایاں بھی ہے۔



”رنگ“ کا مطلب انگوٹھی بھی ہے اور بجانا بھی۔

”لوز“ کا مطلب ڈھیلا بھی ہے، کھونا بھی۔

”کین“ کا مطلب سکانا بھی ہے اور پیا بھی۔

”فلانی“ کا مطلب پرواز بھی ہے اور مکھی بھی۔

”ڈیٹ“ سمجھو کو بھی کہتے ہیں اور تاریخ کو بھی۔

انگریزی کے کچھ الفاظ ایسے ہیں، جن کے جوں میں فرق ہے، لیکن تلفظ ایک ہی ہے۔

مثال کے طور پر ”فلور“ ہے۔ فلور کا مطلب منزل بھی ہے، آنا بھی ہے۔

”پرنسپل“ کا مطلب اصول بھی ہے، اسکول یا کالج کا ہیڈ بھی ہے۔

”انشور“ کا مطلب بیمہ بھی ہے اور کسی کام کو یقینی بنانا بھی ہے۔

اس طرح ”ناٹ“ کا مطلب رات بھی سمجھا جاسکتا ہے، بہادر بھی۔

دس پندرہ منٹ میں راہبرن صاحب کا پارہ ساتویں آسمان پر تھا۔ وہ کرسی سے اٹھ کر بولے: ”میرے ساتھ دفتر میں آؤ۔“

دفتر میں پہنچے تو دیکھا کہ اسکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب کرسی پر بیٹھے کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے ہمیں دیکھا تو ماجرہ اٹھ کر آگیا۔ راہبرن صاحب نے آج کی بات بتانے کے ساتھ ساتھ کرکٹ میچ والی کہانی بھی سنائی۔ یہ میری خوش قسمتی تھی کہ ہیڈ ماسٹر صاحب آگرہ (یو پی) کے رہنے والے تھے اور والد صاحب سے واقف تھے۔ انھوں نے مجھے واپس بھیج دیا اور خود راہبرن صاحب سے بات کرنے لگے۔ اس وقت جان بچی اور لاٹھی بٹے والی بات تھی۔ ان کی باتیں سننے کی بجائے میں نے دفتر سے بھاگنے میں خیریت سمجھی۔

کچھ دن بعد راہبرن صاحب کی بجائے جناب نٹھنیل (Nathanael) صاحب انگلش پڑھانے لگے۔ اس طرح ۱۹۵۲ء میں میٹرک (دسویں) پاس کر کے ہم اسکول سے رخصت ہوئے۔



ہماری کائنات (۴)

محمد عبدالرحمن غازی

انسان نے چاند پر کب قدم رکھا؟

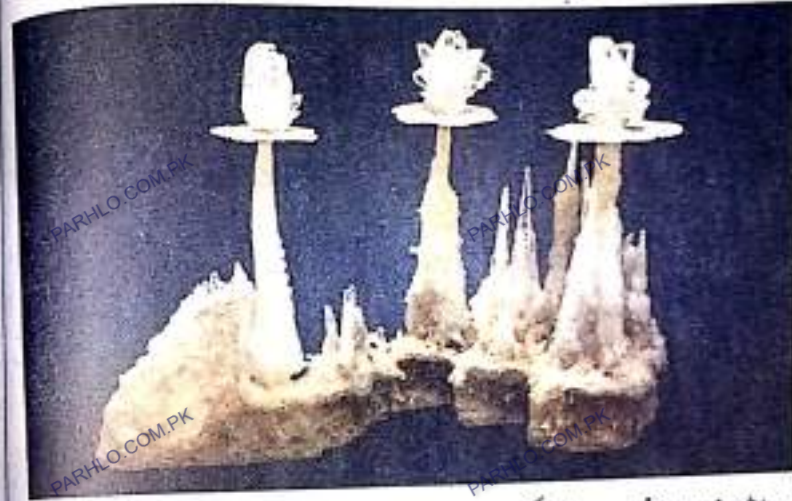
قدیم زمانے سے انسان کائنات کو تسخیر کرنے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔ ۱۶ جولائی ۱۹۶۹ء کو تین امریکی خلا بازوں نے چاند پر قدم رکھا۔ اپالودوم نامی خلائی جہاز کو ایک راکٹ کی مدد سے خلا میں روانہ کیا گیا تھا۔ اس راکٹ کی لمبائی ۳۶۳ فٹ اور وزن ۳۰۰۰ ٹن تھا۔ راکٹ کے بائیں انجن تھے اور چاند کا سفر تین مراحل میں طے ہوا۔ چاند اور زمین کا درمیانی فاصلہ ڈھائی لاکھ میل کے قریب ہے۔ اس راکٹ کو امریکی شہر ہوسٹن سے خلا میں روانہ کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں راکٹ تین منٹ کے اندر بحر اوقیانوس کے اوپر پہنچ گیا۔ دوسرے مرحلے میں ۲۵۰۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین سے ۱۲۳ میل کی بلندی پر پہنچ گیا۔ چاند کے مدار میں پہنچ کر راکٹ خلائی جہاز سے الگ ہو گیا اور خلائی گاڑی ابلی چاند کی سطح پر اتر گئی۔ نیل آرم سٹرائگ پہلا شخص تھا، جس نے چاند کی سطح پر پہلا قدم رکھا۔

آتش فشاں پہاڑ کیسے وجود میں آتے ہیں؟

زمین کا خلاف تیس سے چار سو کلومیٹر موٹی چٹانوں کی کئی پٹریاں پر مشتمل ہے، جو نیم مائع مادے پر



تیر رہی ہیں۔ یہ نیم مائع مادہ ان پلینٹوں پر اوپر کی جانب دباؤ ڈالتا ہے۔ جب یہ دباؤ بہت زیادہ ہو جاتا ہے تو مادہ بالا زمین کے کسی نرم حصے کو بچاؤ کر اوپر نکل آتا ہے۔ زمین کی سطح سے باہر آ کر یہ مادہ خشک ہو جاتا ہے اور سخت ڈھیر کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ جیسے جیسے یہ مادہ زمین سے باہر آتا ہے، اس ڈھیر کی بلندی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس طرح لاوا ایک بڑے پہاڑ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ زمین پر موجود آتش فشاں پہاڑ لاوے سے تشکیل پاتے ہیں۔



دنیا میں نرم اور سخت معدنیات کون سی ہیں؟

دنیا میں پائی جانے والی معدنیات میں سے سب سے نرم ترین معدن ابرق ہے۔ اس دھات کی نرمی کی وجہ سے اسے ایک پستنی میٹر موٹی اور کئی فٹ لمبائی تک آسانی سے تراشا جاسکتا ہے۔ اس قدر نرم دھات ہے کہ یہ کسی بھی نرم چیز پر خوش کن نہیں ڈال سکتی۔ اس دھات کو ٹالکرم پاؤڈر میں اور پچوں اور خواتین کے میک اپ کے سامان میں استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس دنیا کی سب سے سخت دھات ہیرا ہے۔ یہ اس قدر سخت ہوتا ہے کہ اسے تراشنے کے لیے جس اوزار کا استعمال کیا جاتا ہے، اس کی نوک پر بھی ہیرا ہی لگ ہوتا ہے۔ ایک ہیرے سے ہی دوسرے ہیرے کو تراشا جاسکتا ہے۔

چیزیں کیسے نیچے گرتی ہیں؟

کوئی بھی چیز کشش ثقل کی وجہ سے نیچے گرتی ہے۔ یہ ایک ایسی طاقت ہے، جو چیزوں کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اگر ہوا کی مزاحمت موجود نہ ہو تو تمام چیزیں یکساں رفتار سے نیچے گرتی ہیں۔ کشش ثقل کا قانون اٹالوی سائنس دان گلیلیو نے دریافت کیا تھا۔ اس قانون کے مطابق جب کوئی چیز بلندی سے نیچے گرتی ہے تو اس کی رفتار میں ہر سیکنڈ کے بعد دس میٹر کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ دس میٹر کا یہ اضافہ ہر سیکنڈ کے بعد جاری رہتا ہے۔ اس اضافے میں ہوا کی مزاحمت کی وجہ سے تبدیلی آ سکتی ہے، لیکن اس قانون میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔



نوری سال کسے کہتے ہیں؟

کائنات کے دور دراز مقامات کا فاصلہ معلوم کرنے کے لیے نوری سال کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ نوری سال دو فاصلہ ہوتا ہے، جو روشنی ایک سال میں طے کرتی ہے۔ روشنی کی رفتار ۲۹۹۷۹۲ گزیمیٹر فی سیکنڈ ہے۔ ایک سال میں روشنی ۹۵۰۰۰۰۰۰۰۰۰۰ گزیمٹر کا فاصلہ طے کرتی ہے۔ کائنات اتنی بڑی ہے کہ ہم مختلف ستاروں، سیاروں کا محل وقوع اور فاصلہ زمینی پیمائش میں بیان نہیں کر سکتے۔ اس لیے ہم میلوں کو نوری سال میں تبدیل کر لیتے ہیں۔ سورج ہم سے ۸.۵ نوری منٹ کے فاصلے پر واقع ہے، جب کہ چاند ۱.۲۸ نوری سیکنڈ کے فاصلے پر ہے۔ ہماری کھکشاں کی لمبائی ۱۰۰ نوری سال ہے۔



مہک اکرم

دودھ کا حلوا



دودھ : دو پیالی
بادام، پستے : حسب پسند
چھوٹی الائچی : دو آہن
چاول : چار کھانے کے تچے
سوچی : ایک پیالی
چینی : ایک پیالی
کونگ آئس : حسب ضرورت

۱۔ چاول کو دھو کر پندرہ سے بیس منٹ بھگو لیں۔

۲۔ بھیکے ہوئے چاول پھیلا کر خشک کر لیں اور پھر باریک کر لیں۔

۳۔ سوچی کو چھان کو خشک کڑی میں ہلکی آٹھ پر بھون لیں۔

۴۔ پھر اس کڑی میں چھن ڈال کر الائچی کڑی میں۔

۵۔ اب بادام، پستے ڈال کر ایک دو منٹ فرائی کر لیں۔

۶۔ پھر اس میں سوچی اور پستے ہوئے چاول ڈال کر خوشبو آنے تک بھونیں۔

۷۔ اب چینی شامل کر کے تین چار منٹ تک مزید بھونیں۔

۸۔ بھوننے کے بعد دودھ ڈال کر اچھی طرح ملائیں اور ڈھانپ کر پختے کے لیے رکھ دیں۔

۹۔ ہلکی آٹھ پر پکاتے ہوئے جب دودھ خشک ہونے پر آجائے تو تھوڑے کے اوپر دم پر رکھ دیں۔

بیس دم لگنے کے بعد مزے دار حلوا تیار ہے۔



انٹرنیٹ اور وقت کی اہمیت

ڈاکٹر ثناء غوری

بعد از نو نیاں اسمبلی کراچی کی انوکھی بات یہ تھی کہ اس بار بہت خاص بچوں نے ہمیں ملی نغمے سنائے۔ یہ وہ بچے تھے جن میں جسمانی و ذہنی طور پر عام بچوں سے کچھ صلاحیت کم ضرور ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں اور بہت سی صلاحیتوں سے نوازا ہے جو شاید ہمارے پاس بھی نہیں۔



اس بار بعد از نو نیاں اسمبلی کا عنوان ”انٹرنیٹ کا استعمال وقت کی ضرورت، لیکن اپنے وقت کا خیال رکھیں“ تھا۔ محترمہ سیدہ راشدہ نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ اقوام عالم کو قریب لانے اور جدید علوم کو دنیا کے کونے تک پہنچانے میں انٹرنیٹ کا بنیادی کردار ہے۔ آج دنیا بھر کے علوم انٹرنیٹ استعمال کرنے والوں کی دسترس میں ہیں، مگر اس نئسل میں اس کا غلط استعمال لمحہ فکریہ ہے۔ انٹارنیشنل ٹیکنالوجی کی بدولت دنیا بھر کے علوم اور ان پر کی جانے والی جدید تحقیق و معلومات سٹ کر محض ایک موبائل کے ذریعے ہر ایک کو دستیاب ہیں۔ ان جدید سہولیات نے ہماری



طرز زندگی، کاروباری امور، بلکہ شہدائے زندگی کو یکسر بدل کر رکھ دیا ہے۔ آپ نونہالوں کو انظارِ مشن، شہداء کی زندگی کے ذریعے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اپنی علمی قابلیت و معلومات پر دعائی چاہئیں، کیوں کہ آپ سب مستقبل کے معمار ہیں۔ تاہم انٹرنیٹ کا غیر صحت مندانہ استعمال نہ صرف نونہالوں کی دینی و جسمانی صحت کو نقصان پہنچا رہا ہے بلکہ ان کے قیمتی وقت کو برباد کر رہا ہے۔ اپنی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح اور قائد نونہال شہید حکیم محمد سعید سے اس مسئلہ احوال و اعمال سے وقت کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ معروف ادیب و شاعر اور صحافی فاضل جمیلی نے بطور مہمان خصوصی شریک



تھے۔ انھوں نے کہا کہ آج کا دور ٹیکنالوجی میں مسابقت کا دور ہے۔ وہی اقوام کامیاب ہیں جن کی نوجوان نسل علوم میں کمال حاصل کر رہی ہیں۔ نونہال مقررین نے اپنی پُر جوش تقاریر میں غم کیا کہ وہ شہید حکیم محمد سعید اور اسلام آباد کی تعلیمات کی روشنی میں انٹرنیٹ کا درست استعمال کریں گے۔ مختلف اسکولوں کے نونہالوں نے علمی گفتگو اور موضوع کی مناسبت سے ٹیبلو پیش کیے۔ دوستانہ مسلمان، خیر، جمال، محمد نذیر، حافظہ ریاض، سید بدر الدین، عبدالرحمن، سوہیل سعید، فاطمہ حیات، مصطفیٰ عثمانی اور ساتھی نونہالوں نے شرکت کی۔ آخر میں دعائے سعید پیش کی گئی۔ ہمدرد نونہال اسمبلی پشاور میں میزبان اسمبلی جناب ڈاکٹر محمد اقبال ظلیل تھے۔ مہمان خصوصی صدر خواتین ونگ نظریہ پاکستان فورم محترمہ نورین صدیقی تھیں۔ انھوں نے کہا کہ انٹرنیٹ کے کافی فوائد ہیں، لیکن اگر نیت کو بے جا استعمال کیا



جائے تو اس سے بہت سارے بُرے اثرات بھی ہماری زندگی پر مرتب ہوتے ہیں۔ اسپیکر کے فرائض ایمان شہزاد الفیصل نے ادا کیے۔ دیگر نونہالوں میں عبداللہ، خدیجہ الکبریٰ، صبا گل، حبیبہ علی، معاذ الدین اور احسان شامل تھے۔ نونہالوں نے ملی نغمہ اور ٹیبلو بھی پیش کیا۔ آخر میں دعائے سعید پیش کی گئی۔ لاہور کی تقریب کے مہمان خصوصی سیکرٹری محکمہ تعلیمات میڈیا اینڈ اردو پوائنٹ شاہد نذیر پرچہ بدری تھے۔ انہیں تعزیت جب محمد عباس تقریب کے مہمان اعزازی تھے۔ لاہور کے بچوں کی اس اسمبلی میں دل چسپی ویدنی تھی۔ اسمبلی میں واضح کیا گیا کہ آج ہمارے بچے اپنا وقت انٹرنیٹ پر نت نئی معلومات سے استفادہ کرنے کی بجائے ٹیک ڈاک، اسپم چیٹ، نیٹ سپوک ویڈیو اور ویڈیو گیمس ایپ دیکھنے میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ کسی بھی معلومات کو بغیر کسی تصدیق کے سوشل میڈیا پر بکھیر کر لینا جائز ہے۔ نونہال مقررین میں محمد یونس، ایمان صابر، حسان عامر، منائل طارق، مہک، شکیل، شکیلہ، تاج، کشف، فاطمہ، عیضہ سرفراز اور طالیہ طاہر شامل تھے۔ انھیں تعزیت کے فرائض اسپیکر ہمدرد نونہال اسمبلی عطیہ الوکیل نے نبھائے۔ قائد اعظم محمد علی جناح پر ٹیبلو پیش ہوا اور نونہال علی رضائے ملی نغمہ پیش کیا۔ طالبات نے دعائے سعید پڑھی۔ ہمدرد نونہال اسمبلی راولپنڈی کے مہمان خصوصی محترم امتیاز حیدر، ڈائریکٹر جنرل ہمدرد یونیورسٹی اسلام آباد کمپیس تھے۔



رکشہ - تین پہیوں والی سواری

نسرین شاہین



آٹو رکشا، اپنی نوعیت کی اہم اور مختصر سواری ہے، جس میں شہری بس کی نسبت اپنی منزل پر جلدی پہنچ جاتے ہیں۔ تین پہیوں والی یہ سواری جلدی کی صورت میں بہت کارآمد سمجھی جاتی ہے۔ بازار یا کالج جانے کے لیے خواتین کی مختصر سواری کی نسبت آٹو رکشے پر جانا زیادہ پسند کرتی ہیں۔ کم عمریوں کی نسبت یہ سواری خواتین کو زیادہ پسند ہے، کیوں کہ یہ آسانی سے دستیاب ہوتی ہے اور سفر بھی محفوظ سمجھا جاتا ہے۔

رکشہ شروع شروع میں ایک سادہ سی سواری تھا۔ یعنی دو تین آدمیوں کے بیٹھنے کے لیے ایک نشست کو پیسے لگا کر دو لمبے بانسوں سے چھلک کر دیا گیا تھا اور اس گاڑی کو انسان کھینچا کرتا تھا۔ ”ہاتھ رکشا“ کہا جاتا تھا۔ بعد میں اس میں سائیکل کی ٹرزر پر ایک پیڈل اور نشست نصب کر دی گئی اور پیڈل مار کر اسے پیروں سے چلایا جانے لگا۔ اسے ”سائیکل رکشا“ کہا جاتا تھا۔



مہمان خصوصی نے کہا کہ ایسے لوگ مخلصانہ دیکھنے جو انٹرنیٹ کا بے تحاشہ استعمال کرتے ہیں، وہ اہم مسائل کم زوری اور نفسیاتی امراض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ہمیں دین اسلام، قرآن اور سنت نبوی سے راہنمائی لینی چاہیے۔ سبحان خان، رشتہ اندیم، مائیکر، سدرہ نعیم، میمونہ حیدر اور ساتھی طالبات، عبدالقدوس، سہیلہ خالد، صفی اللہ اور دیگر نوجوان شامل تھے۔ اس موقع پر خاکہ اور ٹیبلو بھی پیش کیا گیا۔ آخر میں دعائے سعید پڑھی گئی، حصہ لینے والے نوجوانوں میں شیلڈز اور اپنا دوسیم کی گئیں۔



پیارے نوجوانو! اس اجلاس کی تصاویر ہمارے فیس بک پیج

پر fb.com/Hamdardfoundationpakistan

اور ہمدرد فونڈیشن اسٹوری کی ویڈیوز ہمارے یوٹیوب چینل

پر موجود ہیں۔ youtube.com/c/Hamdardfoundationpakistan

اگر آپ ہمدرد فونڈیشن اسٹوری کا حصہ بننا چاہیں تو اپنے اسکول کے منتظم سے ہمیں فون کروائیں۔

ہمارا نمبر ہے: (021-38241611) فون آنے پر اسکول کو دعوت نامہ بھیج دیا جائے گا۔

☆☆☆



حزے کی بات یہ ہے کہ آئی سی سی کرکٹ ورلڈ کپ ۲۰۱۱ء کی افتتاحی تقریب میں کھلاڑیوں کو سائیکل رکشنے میں ہی گراؤنڈ میں لایا گیا تھا۔ آٹو رکشا یا سی این جی رکشنے کی افادیت اور اہمیت سے کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا۔ تین پہیوں والی یہ سادہ اور سبک رفتار سواری ہے جس سے عوام الناس کو بہت سہولت حاصل ہے۔ اپنی سواری نہ رکھنے والے لوگوں کی پہلی ترجیح رکشنے کی آسان سواری ہی ہوتی ہے۔ کہیں جلدی پہنچنا ہو تو رکشا ہی وہ سواری ہے جو ہمیں جلد از جلد ہماری منزل تک پہنچاتی ہے۔ آج کل شہری رکشنے پر سفر کرتے ہوئے یہ ضرور سوچتے ہوں گے کہ یہ رکشنے کی سواری ہے یا شاہی سواری! کیوں کہ اب اس کے کرائے آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے ہیں، حجرات انگیز بات یہ ہے کہ رات زیادہ ہو جائے تو رکشا ڈرائیور زیادہ کرایہ طلب کرتے ہیں۔ اس کے باوجود رکشا بہت مقبول سواری ہے۔

☆

سائیکل رکشا برصغیر میں شملہ میں متعارف کرایا گیا، اس کے بعد مغربی بنگال کے شہر کلکتہ (کولکتہ) میں بھی چلنے لگا۔ سائیکل لگانے سے رکشا کی سواری نسبتاً آسان ہو گئی تھی۔ سائیکل رکشا کو ابتدا میں مال برادری کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ ۱۹۱۳ء میں جنوبی ایشیا کے کئی بڑے بڑے شہروں میں سائیکل رکشا نظر آنے لگے۔ بعد میں اس سواری میں انجن لگا کر اس کو ”آٹو رکشا“ کا نام دیا گیا، لیکن اس میں دو بڑی خرابیاں ہیں۔ ایک تو انجن کی آواز بہت تیز ہوتی ہے اور دوسرے یہ آلودگی کا سبب بنتا ہے۔ کراچی شہر میں ۱۹۶۰ء میں آٹو رکشاؤں کی آمد شروع ہوئی۔ جس نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک پسندیدہ سواری کے طور پر مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ یہ رکشنے کراچی جیسے گنجان آباد شہر کے ہر علاقے میں کثیر تعداد میں نظر آتے ہیں۔ کراچی شہر کی فضائی آلودگی میں تشویش ناک حد تک اضافے کی ایک اہم وجہ یہ بھی ہے۔ رکشوں اور دوسری گاڑیوں سے نکلنے والا دھواں ہے، جو اتنا شدید ہوتا ہے کہ سانس کے ساتھ ہمارے جسم میں داخل ہو کر مختلف امراض کا سبب بنتا ہے۔ آلودگی کا مسئلہ موجودہ صدی میں دنیا کے بیشتر ممالک کے لیے ایک چیلنج بننا جا رہا ہے۔ پاکستان میں بھی فضائی آلودگی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ جو بڑے خطرے اور افسوس کی بات ہے۔

کراچی شہر میں چلنے والے ۳۵ ہزار کے قریب رکشوں سے جو دھواں خارج ہوتا ہے اس میں نائٹروجن آکسائیڈ، ہائیڈروجن، کاربن اور سیسے کی بڑی مقدار شامل ہوتی ہے۔ جو انسان کے اعصابی نظام کو خراب کرتا ہے اور ذہنی دباؤ کا سبب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ رکشنے شور بھی پیدا کرتے ہیں۔ یہ شور بھی آلودگی کی ایک قسم ہے، جو انسان کو ذہنی دباؤ اور چوچوے پن میں مبتلا کرتا ہے۔ شور اعصاب کے علاوہ قلب کے لیے بھی خطرہ ہے۔ فضائی آلودگی کا سبب بننے والے آٹو رکشا کے گھمبیلے میں ماحول دوست رکشنے بھی ہیں، جو سی این جی سے چلتے ہیں۔ اس میں آٹو رکشا سے زیادہ گنجائش ہوتی ہے۔ آلودگی کم پھیلاتا ہے اور اس کی آواز بھی بہت کم ہوتی ہے۔



کالا چوزہ

نشا و تار



جنگل میں ہر رنگ و نسل کے مرغیاں آپس میں مل جل کر رہتے تھے۔ سب ایک دوسرے کے چوزوں اور انڈوں کا خیال اپنے چوزوں اور انڈوں کی طرح رکھتے تھے۔

کالا چوزہ جب سے انڈے سے نکلا تھا، تب سے ہر وقت تنگلی باندھے آسمان پر اڑتے پرندوں کو حسرت سے دیکھا کرتا تھا اور سوالات کر کر کے ماں کا دماغ کھاتا رہتا تھا: ”پرندے آسمان پر کیسے اڑتے ہیں؟“ چوزے نے جب عادت آسمان پر اڑتے پرندوں کو دیکھ کر ماں کو پوچھا۔

”ظاہر ہے اپنے پروں سے اڑتے ہیں۔ اسی لیے تو انھیں پرندے کہا جاتا ہے۔“ ماں، جو غصے کالے چوزے کے حد سے زیادہ سوالات کرنے کی عادت سے عاجز تھی، جھنجھلا کر بولی۔

چوزے نے ماں کو چوچواتے دیکھا تو باپ کی طرف لپکا: ”ابا! جب پرندے آسمان پر اپنے پرؤں سے اڑتے ہیں تو پھر ہم کیوں نہیں اڑتے! ہمارے بھی تو پر ہیں۔“ کالے چھوٹے نے اپنے چھوٹے چھوٹے پرؤں کو اپنی منگنی سی چوچکی سے کھینچتے ہوئے کہا۔

کالے چوزے کی بات پر ابا نے سوچا کہ ننھے کی بات میں دم ہے۔ وہ خوش ہوتے ہوئے بولے: ”ہم



بیت بازی

خوش ذوق لوہا لوں کے لیے دل میں اتر جانے والے اشعار

اس دور میں زندگی بشر کی
تذہیر سے قسمت کی بُرائی نہیں جاتی
ہزار کی رات ہوئی ہے
گہری ہوئی تقدیر بنائی نہیں جاتی
شاعر: فرخ گورکھپوری پسند: انجم اقبال، دلیپ چور
شاعر: داغ دہلوی پسند: انجم اقبال، دلیپ چور

ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں
ہر شخص اپنے وقت کا سقراط ہے یہاں
چتا نہیں ہے زہر کا پیالہ، مگر کوئی
چتا نہیں ہے زہر کا پیالہ، مگر کوئی
شاعر: مرثی شریف پسند: شرف ظفر، بخورد
شاعر: مرثی شریف پسند: شرف ظفر، بخورد

کیوں نہ زخمی ہو بدن احساس کا
یہ ارتقا کا چلن ہے کہ ہر زمانے میں
ماں کے سر پر میلی چادر دیکھ کر
پراتے لوگ، نئے آدمی سے ڈرتے ہیں
شاعر: عارف طیف پسند: بکیر فاطمہ، جنگ
شاعر: عارف طیف پسند: بکیر فاطمہ، جنگ

ان حسرتوں سے کہہ دو کہیں اور جاؤں
بارغ باں نے آگ دی جب آشیانے کو مڑھ
اتنی جگہ کہاں ہے دل داغ دار میں
جن پہ نکلے تھا، وہی پتے ہوا دینے لگے
شاعر: بہادر شاہ ظفر پسند: آصف صدیقی، کراچی
شاعر: بہادر شاہ ظفر پسند: آصف صدیقی، کراچی

کیا تھا خلد میں ایسے گمراہ آدم کو
اب آدم زاد کو گمراہ آدم زاد کرتا ہے
مسک تو پھول کا ہے، پھول کدھر جائے
وہ تو خوش بو ہے، ہواؤں میں کھسک جائے گا
شاعر: تابش دہلوی پسند: عدنان رؤف، سکھر
شاعر: تابش دہلوی پسند: عدنان رؤف، سکھر

برقی عادت

جمال روی

منصور پانچویں جماعت
میں پڑھتا تھا۔ دوسروں
کو ڈرا کر خوش ہونا اس
کی عادت بن چکی تھی۔
اس کی اس بُری عادت
سے کبھی تنگ تھے۔

ای باورچی خانے میں کھانا پکا رہی ہوئی تو وہ دبے پاؤں ان کے قریب جا کر دھڑ سے چٹخا: ”ام۔۔۔۔۔
ی۔۔۔۔۔ ی۔۔۔۔۔ ی“ کھانا پکانے میں محو ہوئی، سہم جاتیں۔ آپنی یونیورسٹی کی طرف سے دیا گیا کام کر رہی
ہوئی، یہ ڈراؤنے چہرے والا ماسک پہن کر انھیں ڈرا دیتا۔ گڑیا کو ہوم ورک کرتے دیکھتا تو دروازے
کے پیچھے چھپ کر ڈراؤنی آوازیں نکالتا، بے چاری ڈر کر دوسرے کمرے میں بھاگ جاتی۔
ایک بار تو اسے اسکول میں اس حرکت پر سزا بھی دی گئی۔ امی بڑے پیار سے اسے سمجھاتیں کہ اس

مرنے مرغیاں اڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں، لیکن اپنی بھاری جسموں اور پھوٹے پردوں کی وجہ سے
زیادہ اونچائی تک پرواز نہیں کر سکتے، اس لیے ہم اڑنے سے زیادہ زمین پر چلنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ تم
آسمان پر اڑنے کے خواب دیکھنا چھوڑو۔“
اچانک چوڑے کے دادا کی آواز آئی: ”کیوں نہ دیکھے وہ آسمان پر اڑنے کے خواب۔ آسمان پر
اڑنے کے لیے پردوں سے زیادہ ہمت حوصلے اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے، محنت کرنی پڑتی ہے، ہار
کے خوف کو اپنے دل سے نکالنا پڑتا ہے۔ پردے ہونے کے باوجود ہم اس لیے نہیں اڑ پاتے کہ ہمارے پردے
چھوٹے ہیں۔ اصل وجہ یہ ہے کہ ہم اڑنا ہی نہیں جانتے۔“
دادا نے پہلے تو بیٹے کو گھٹے سے گھورا، پھر کالے چوڑے کو پیار کر کے آگے بڑھ گئے۔ ابانے شکر ادا
کیا کہ اب چوڑے مزید سوالات نہیں کرے گا۔

دادا وہاں کے سب سے ضعیف مرے تھے۔ ایک دن انھوں نے کالے چوڑے سے کہا: ”اگر ہمت کی
جائے تو بغیر پردوں کے بھی اڑا جاسکتا ہے۔ اب بے پکٹیا یہ ہے کہ تم اپنا دماغ کیسے استعمال کر سکتے ہو۔“
اگلی صبح کالا چوڑہ اپنے ڈربے میں نہیں تھا۔ کونا کونا چھان مارا۔ کالے چوڑے کی تلاش میں جنگل کے
سب جانور نکل پڑے۔ پلٹوں نے بھی تالاب کو چھان مارا۔ پرندوں نے آسمان کی بلندی سے نیچے کی
جانب نظریں دوڑائی، لیکن چوڑے کچھ پتا نہیں چلا۔

ایک کیوتر کو جنگل کے بالکل کنارے ندی کے قریب کالا چوڑہ نظر آ گیا۔ کالے چوڑے کے والدین
اور دادا وہاں پہنچے۔ دیکھا تو کالے چوڑے نے چوڑے بچوں کی مدد سے بنایا ہوا پیراشوٹ اپنے
پردوں میں لپیٹ رکھا تھا اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ایک اونچے درخت سے نیچے چھلانگ لگادی۔
کالا چوڑہ پیراشوٹ کے ذریعے بلندی سے نیچے کی جانب اپنے خیال میں اڑتا ہوا آ رہا تھا اور اپنی اس
کامیابی پر خوب کھلکھلا کر ہنس رہا تھا۔ ”آہ ہا، میں اڑ رہا ہوں۔“ ہنستا مسکراتا دیکھ کر جنگل کے سب
جانور اس کی خوشی میں شامل ہو گئے۔

☆

طرح دوسروں کو ڈرانا اچھی عادت نہیں ہے منصور اچھی عادت نہیں ہے۔ یہ بڑی عادت چھوڑ دینی چاہیے۔“
ابو نصیحہ کرتے کہ مجھے ڈر ہے کہ کسی دن تمہیں اپنی اس عادت کی وجہ سے کوئی نقصان نہ اٹھانا
پڑ جائے، لیکن وہ ان تمام نصیحتوں کو سنی اُن کی کسمپختی۔

ان دنوں گرمیوں کی چھٹیاں تھیں۔ میر پور خاص سے چھوٹی خالہ آئی ہوئی تھیں۔ ان کا بیٹا حامد، عمر میں
منصور سے دو سال بڑا تھا۔ ایک روز وہ بڑی دل چسپی سے ٹی وی پر اپنا پسندیدہ پروگرام دیکھ رہا تھا۔ منصور
آہستگی سے کمرے میں داخل ہوا اور اپنا منہ حامد کے کان کے قریب لے جا کر ایک زوردار چیخ ماری۔
”یہ کیا ہے ہودہ حرکت ہے!“ حامد گرج کر بولا۔ ”پاپ کارن کا لفافہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا
اور پاپ کارن فرش پر بکھر گئے تھے۔ منصور شرمندہ ہونے کی بجائے ڈھٹائی سے ہنستا رہا۔
”تمہیں مزہ چکھانا ہی پڑے گا۔“ حامد بڑبڑایا۔

شام کا وقت تھا۔ آسمان پر گہرے کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد موسلا دھار بارش شروع
ہو گئی۔ منصور اپنے کمرے میں بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بجلی چلی گئی، کمرے میں گھپ اندھیرا چھا
گیا۔ وہ کمرے سے باہر نکلنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ یکایک ”کھڑاک“ کی ایک تیز آواز کے ساتھ
کمرے کی کھڑکی بند ہو گئی۔ منصور چونک کر اٹھ بیٹھا اور اندازے سے دروازے کی جانب بڑھنے لگا۔
دروازہ مقفل تھا۔ وہ کچھ دیر تک زور آزمائی کرتا رہا، لیکن دروازہ نہیں کھلا۔ وہ خوف زدہ ہو گیا تھا۔
کمرے میں اتنا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ بھائی نہیں دے رہا تھا۔

اسی لمحے کمرے میں ایک آواز گونجی: ”آج تم ہم سے نہیں بچ سکتے!“ اس آواز کی بازگشت پورے
کمرے میں سنائی دے رہی تھی۔

منصور کو یہ آواز بہت ڈراؤنی لگی، اس کی گھٹکی بندھ گئی۔
”تم نے سب کو ڈراؤ کر پریشان کر رکھا ہے۔“ آواز دوبارہ ابھری۔

ڈر کے مارے اس کے حلق سے آواز بھی نہیں نکل پا رہی تھی۔

وہ ہمت جمع کر کے بولا: ”تنت..... تم کون ہو؟..... مم..... مجھے جانے دو!..... دروازہ کھولو!“
وہی آواز پھر سنائی دی۔ ”نہیں! ہم تمہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ تم نے امی اور ابو کی نصیحتوں
کی بھی پروا نہیں کی، یہ نافرمانی ہے۔“

”مم..... میں..... میں وعدہ کرتا ہوں، آج کے بعد کبھی کسی کو نہیں ڈراؤں گا۔“ منصور دونوں ہاتھ جوڑ کر
الٹا یہ انداز میں بولا: ”میں بڑوں کی نصیحتوں پر عمل کروں پھر وہ دوبارہ دروازہ کھولنے کی کوشش
کرنے لگا، لیکن کام یابی حاصل نہیں ہوئی۔ کمرے کی فضا میں مسلسل ڈراؤنی آوازیں کی گونج سنائی
دیتی رہی، منصور کا خوف بڑھتا جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر میں وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔

منصور کی آنکھ کھلی تو وہ اپنے بستر پر تھا، کمرے میں روشنی تھی۔ اس کی نظر کھڑکی پر پڑی، باہر تیز بارش
ہورہی تھی۔ امی ابو اور بھائی کے دیگر افراد اس کے گرد جمع تھے۔ امی اپنے آنسو پونچھ رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد ابو دھیمی آواز میں بولے: ”شرارت اور بدتمیزی میں خاصا فرق ہوتا ہے۔ منصور! تم نے
جس عادت کو اپنا رکھا ہے، وہ شرارت نہیں بدتمیزی ہے۔ پھر حامد کی طرف مڑ کر بولے: ”لیکن منصور کو
سبق سکھانے کے لیے تم نے جس طریقے کا انتخاب کیا، وہ بھی قطعی گناہ نہیں تھا۔“
حامد شرم سے سر جھکائے کھڑا رہا۔

ابو نے دوبارہ منصور سے کہا: ”ہم سب تم سے یہی امید کرتے ہیں کہ تم اپنی اس بُری عادت کو چھوڑ دو
گے اور پھر کبھی کسی کو نہیں ڈراؤ گے۔“

”نہیں، اب کبھی کسی کو نہیں ڈراؤں گا۔“ منصور نے دھیمی آواز میں ابو کی بات دہرائی اور اس کے
چہرے سے لگ رہا تھا کہ اس نے اپنے بُری عادت سے نجات حاصل کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا ہے۔

☆☆☆



نیک کام

عروج سعد

عام صاحب نے دکان سے سامان لیا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے بیٹے عمر کا ہاتھ تھامے گھر جانے کے لیے نڈے ہی تھے کہ عمر نے سامنے سے آتے ہوئے جلال صاحب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

”ابو جی! دیکھیں! ابو چچا جا رہے ہیں“

جلال صاحب کی کمرضعی کی وجہ سے جھک گئی تھی اور نظر بھی خاصی کمزور ہو گئی تھی، لیکن اپنے گھر کا سودا سلف خود ہی لاتے تھے۔ عام صاحب نے آگے بڑھ کر انہیں سلام کیا اور ان کے ہاتھوں سے سامان کے تھیلے لے کر خود پکڑ لیے۔ باتیں کرتے کرتے انھیں ان کے گھر تک پہنچا دیا اور کہا: ”بابو چچا! میں روزانہ دکان جاتے وقت آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کو جو بھی منگوانا ہو، میں لا دیا کروں گا۔“

جلال صاحب نے انھیں دھیروں دعائیں دیتے ہوئے ہائی بھری۔ وہاں سے نکلے ہی عمر نے پوچھا: ”ابو جی! بابو چچا کا گھر تو دوسری گلی میں ہے۔ روزانہ ان کا سودا لاکر دینے میں آپ کو مشکل نہیں ہوگی؟“

عام صاحب نے چلتے چلتے اسے دیکھا اور کہا: ”مشکل یسی؟ اسی بہانے تھوڑی چہل قدمی بھی ہو جائے گی اور بابو چچا کا کام بھی ہو جائے گا۔ اگر ہم سب اسی طرح ایک دوسرے کی مدد کرتے رہیں تو ہمارے معاشرے میں یک جہتی کی فضا قائم ہو جائے گی۔ سمجھے؟“ اور عمر نے اپنا گول منہ سر ہلا دیا۔

☆.....☆

عمر اور اس کا بھائی نوفل تخت پر بیٹھے دادی جان سے قرآن پاک پڑھ رہے تھے۔ برابر میں رضیہ بھی آگے پیچھے بل بل کر قاعدہ پڑھ رہی تھی۔ رضیہ غریب گھر کی بچی تھی اور ان کے گھر کا پچھلا کام کرنے کے لیے

☆.....☆



امی جان باورچی خانے میں کسٹرو تیار کر رہی تھیں۔ تینوں بہن بھائی بیٹھے اسکول سے ملا گھر کا کام کرنے میں مصروف تھے۔ سائنس کے استاد نے آج کچھ ایسا کام دے دیا تھا جس میں کچھ اشکال بنانا بھی شامل تھا۔ بچے اپنی اپنی کتابوں پہ بنی ماحولیاتی نظام کی شکلیں کاپی پر بنا رہے تھے۔ ایمین کی ڈرائنگ اچھی تھی۔ اسی لیے اس کا کام اچھا دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے برعکس نواد اور علی کا خط کم زور تھا اور ان کی بنائی اشکال بار بار ملنا کر درست اور خوب صورت کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ربر صرف ایمین ہی کے پاس تھی۔ وہ بھائیوں کو دے نہیں رہی تھی، ربر کی چھینا بچہ کی بچہ سے کمرے میں ہنگامہ مچا ہوا تھا۔

جب بچوں کا ہوم ورک مکمل ہو گیا تو امی جان نے حوصلہ افزائی کے لیے ان کے کام کو سراہا اور وعدہ کے مطابق کسٹرو کھانے کی دعوت دے دی۔

امی نے گھر کی کیار یوں میں لگے ہوئے ”سدا بہار“ کے پودوں میں سے کچھ ٹہنیاں جڑوں سمیت نکالیں اور دو الگ الگ گھلوں میں لگا دیں۔ عمر اور نوفل قریب ہی کھیل رہے تھے۔ امی نے پہلے عمر کو بلایا کر کہا: ”عمر بیٹا! یہ گملا برابر والے قاسم بھائی کو دے آؤ۔“

نوفل سے کہا: ”نوفی! تم یہ گملا سائنس والی طاہرہ خالہ کے گھر پہنچا کر آؤ۔“
عمر نے حیرت سے پوچھا: ”امی جی! آپ پڑوسیوں کو پودے دیتی ہیں۔ کیا ان پودوں سے ہمارا ماحول خوب صورت ہو جائے گا؟“

امی نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے سمجھایا: ”دیکھو عمر! انسان کو بس اچھے کام کرتے رہنا چاہیے، تاکہ ہماری دیکھا دیکھی دوسرے گھگ بھی فلاح کے کاموں کی طرف راغب ہو جائیں۔ بہت سارے لوگ مل کر بہود کے کام کریں گے تو ہمارا معاشرہ مثالی ہو جائے گا۔ دیکھو نا! تم لوگ بھی تو اپنی ٹھلک میں تھوڑے تھوڑے پیسے ڈالتے رہتے ہو۔ پھر کچھ عرصے کے بعد وہ تھوڑے تھوڑے پیسے مل کر ایک بڑی رقم بن جاتے ہیں۔ بس اسی طرح ہمیں چھوٹے چھوٹے فلاحی کام خیر ہو کر ایک جماعت کی شکل میں کرنے چاہئیں۔ اس کا کام عظیم دنیا میں بھی ہوگا اور آخرت میں بھی۔“

عمر اور نوفل نے یہ باتیں فور سے سنیں اور ایک عزم کے ساتھ سر ہلا دیے۔ نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا: ”امی جی! آج سے میں پودوں کو پانی دیا کروں گا۔“

عمر فوراً بولا: ”اور میں داوی جان کے پودے دیا کروں گا۔“
عاصم صاحب قریب ہی بیٹھے اخبار پڑھ رہے تھے، انھوں نے کہا: ”پڑوسیوں کی مدد کرنا بھی نیک کام ہے، یہ کون کرے گا، بچو!“

دونوں نے ہاتھ ہوا میں بلند کرتے ہوئے نعرہ لگایا: ”ہم کریں گے، ہم کریں گے۔“



امی جان نے ایمن سے کہا کہ وہ اپنی سائنس کی کاپی دکھائے۔ اس نے کاپی بستے سے نکالی اور سامنے رکھ دی۔ ایمن نے واقعی بڑی مہارت سے ماحولیاتی نظام کی تصویریں بنائی تھیں۔

”ایمن بیٹا! تم نے اپنے بھائیوں سے اچھا ہوم ورک کیا ہے۔ تم ایک جماعت آگے بھی تو ہو، بڑی ہو، ان شکلوں میں ایک کے نیچے ہم زیستہ لکھا ہے۔ یہ کیا ہے؟“ امی نے اس کا امتحان لینے کی خاطر اس سے پوچھا۔

ایمن نے جواب دیا کہ امی جان اہم زیستہ کو سمبایوسس (Symbiosis) بھی کہتے ہیں۔ یہ ایسا تعلق ہے جس میں دو مختلف جاندار ایک دوسرے سے کچھ لو، کچھ دو کی بنیاد پر ایک دوسرے کی زندگی کو آسان بناتے ہیں۔ امی جان غور سے یہ باتیں سن رہی تھیں۔

اپنے تینوں بچوں کو خوش دیکھ کر ماں نے کہا شروع کیا: ”بیٹو! ایمن نے بالکل درست تشریح کی ہے۔ اپنی کتاب سے کتنی اچھی بات کو ڈرائنگ بنا کر ظاہر کیا ہے۔ ہمارا پروردگار بھی اس دنیا کو کچھ لو، کچھ دو کے اصول پر چلا رہا ہے۔ فنگس (Fungus) مثلاً پھپھوندی اپنی خوراک نہیں بنا سکتی، لیکن پانی جذب کر سکتی ہے۔ یہ پھپھوندی پودوں کی جڑوں سے دوستی کر لیتی ہے۔ پودے سورج کی روشنی میں خوراک تیار کر کے جن ریٹوں کے ذریعے اپنی جڑوں کو بھیجتے ہیں، وہ فلوئم (Phloem) کہلاتے ہیں۔ یوں فنگس (پھپھوندی) کو غذا اور پودے کو پانی ملتا رہتا ہے۔ اگر جاندار آپس میں مل جل کر عمل نہ کریں تو ماحولیاتی نظام (Ecosystem) کس طرح چلے گا۔ فنگس اور پودوں کی جڑوں کا یہ تعلق مائی کورائیڈا (Mycorrhiza) کہلاتا ہے۔ جب دو مختلف طرح کے جاندار کچھ لو، کچھ دو کے اصول پر آگے بڑھ سکتے ہیں تو ہمیں بھی اس بات پر عمل کرنا چاہیے۔“

تینوں بچے یہ باتیں توجہ سے سن رہے تھے۔ شام کو ابو جان گھر آئے تو ہر بچے کے پاس نئی رہنمائی کیوں کہ امی جان نے انھیں فون پر ریکارڈ لانے کے لیے کہہ دیا تھا۔

☆

علم در پیچے

زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرنے کی عادت ڈالیں اور اچھی اچھی مختصر تحریریں جو آپ پڑھیں، وہ صاف نقل کر کے یا اس تحریر کی فوٹو کاپی ہمیں بھیج دیں، مگر اپنے نام کے علاوہ اصل تحریر لکھنے والے کا نام بھی ضرور لکھیں۔

اتفاق

رحمن لغاری، سانگھڑ

دکھات کچھ یوں سنی تھی: ایک خاندان کو اللہ تعالیٰ نے مال و اسباب، اولاد اور طاقت سے نوازا رکھا تھا، مگر پھر چاہا کہ انھیں آزمائے۔ انسانی شکل میں دو فرشتے خاندان کے سربراہ کے پاس آئے اور مقصد بیان کیا کہ تمہارے حصے آزمایا جائے۔

بزرگ نے پہلے تو اللہ کا شکر ادا کیا جس نے اپنی نعمتوں سے اسے نوازا۔ پھر پچھتہ تفصیل جاننے کی کوشش کی کہ کب اور کیسے؟

جواب ملا ہمیں حکم ملا ہے کہ تمہیں نا اتفاق، بیماری، بھوک اور افلاس سے آزمائیں۔ بزرگ کچھ سوچ کر دوبارہ بولے: ”کچھ گنجائش یا رعایت؟“

جواب ملا: ”ہاں یہ کر سکتے ہیں کہ ان میں سے کئی ایک آزمائش کو روکا جاسکتا ہے۔“

اعتماد

ثانی زہرا، پرانا غلاب شاہ

ایک انجینئرنگ کالج کے تمام اساتذہ کو سیر پر لے جانے کے لیے ایک ہوائی جہاز میں بٹھایا گیا۔ جب تمام اساتذہ بیٹھ گئے تو پائلٹ نے خوشی اور جوش بھرے لہجے میں اعلان کیا: ”آپ تمام اساتذہ کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ جس جہاز میں آپ بیٹھے ہیں، اسے آپ ہی کے کالج کے ذہین طالب علموں نے بنایا ہے۔“



یہ اعلان سننے ہی تمام اساتذہ خوف سے بچے اتر گئے کہ کہیں جہاز کسی حادثے کا شکار نہ ہو جائے، لیکن پرنسپل صاحب بیٹھے رہے یہ دیکھ کر پائلٹ ان کے پاس گیا اور پوچھا: ”سرا تمام اساتذہ اپنے شاگردوں کا نام سننے ہی ڈر کر جہاز سے اتر گئے، لیکن آپ کیوں نہیں اترے؟“

پرنسپل صاحب نے جواب دیا: ”مجھے اپنے کالج کے اساتذہ سے بھی زیادہ اپنے طالب علموں پر اعتماد ہے۔ دیکھ لیں یہ جہاز اساتذہ ہی میں ہو گئی۔“

آن مول جواہر

محمد عرفان، لاڈکانہ

☆ جہاں تک ہو سکے خاموش رہو۔

☆ دس قصور وار چھوڑ دو، مگر کسی ایک سے قصور کو سزا نہ دو۔

☆ کوئی بھی فنِ علم کی حد میں داخل ہوئے بغیر بلندی تک کو نہیں پہنچتا۔

☆ تخیل زندگی اور کائنات کا پہلا اصول ہے۔ کوئی شخص دریا کے ایک ہی پانی میں دوبارہ نہیں نہا سکتا۔

☆ تاریک کونے میں مرنے سے، دن کو سب کے ساتھ لڑائی میں مارا جانا بہتر ہے۔

☆ جس کنویں میں پانی پیو، اس کے بنانے والے کو بھی یاد کرو۔

☆☆☆



☆ ایک صاحب نے سڑک کے کنارے بیٹھے ہوئے ایک فقیر کو دس روپے دیے اور کہا: ”میں پیار ہوں، میرے لیے دعا کرو۔“

فقیر نے دعا دی: ”اللہ آپ کو صحت دے۔“

اور پھر کہا: ”ساتھ روپے آؤ، بے دیں۔“

ان صاحب نے حیرت سے پوچھا: ”کیا مطلب؟“

فقیر نے جواب دیا: ”یہ ایک دن کی دعا ہے، شاید اتفاق نہ ہو۔ میں چاہتا ہوں آپ ایک ہفتے کی خوراک اکٹھی لے جائیں۔“

علیہ سلیم، رحیم یار خان

☆ ایک سیاح کسی گاؤں میں گیا اور ایک آدمی سے پوچھا: ”یہاں کسی نے اپنا نام روشن کیا ہے؟“

آدمی نے جواب دیا: ”نہیں جیسا! یہاں تو ابھی تک بجلی ہی نہیں آئی۔“

کریم الدین، لاڈکانہ

☆ ایک گدھا کسی گھر کی دیوار سے کان لگائے

کھڑا تھا کہ ادھر سے ایک بکنے کا گزر ہوا۔ اس نے گدھے سے پوچھا: ”بھائی گدھے! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟“

گدھے نے جواب دیا: ”اندرو آ دی لڑ رہے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کو گدھے کا بچہ کہہ رہے ہیں۔ میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ ان میں سے میرا بچہ کون سا ہے؟“

زئیر افرید احمد، میر پور خاص

☆ ایک صاحب ہوٹل پہنچے، گرمی کا موسم تھا۔ انھوں نے کوٹ اتار کر ایک کھوٹی پر لٹکا دیا اور اس پر ایک کاغذ چپکا دیا جس پر لکھا تھا: ”کوئی میرا کوٹ چرانے کی کوشش نہ کرے۔ میں اس کا منہ توڑ دوں گا، کیوں کہ میں بالنگ میں دوڑ رہا ہوں۔“

کھانا کھانے کے بعد وہ صاحب واپس کوٹ لینے آئے تو کوٹ غائب تھا اور کھوٹی پر ایک اور کاغذ لٹکا ہوا تھا جس پر لکھا تھا: ”باکسر صاحب!



مجھے پکڑنے کی کوشش مت کرنا کیوں کہ میں دوڑنے میں ورلڈ چیمپئن ہوں۔“

بلال رومی، سعود آباد

باب: ”کچا کچا بتاؤں یہ سوکا نوٹ تمہیں کس نے دیا؟“

بچہ: ”مجھے گلی سے ملا ہے۔ اگر یقین نہیں تو دیکھ لیں، باہر ایک آدمی کافی دیر سے ڈھونڈ رہا ہے۔“

ثانی زہرا، پرانا نواب شاہ

استاد (شاگرد سے): ”منہ میں پانی بھرا آنا، کوہیلے میں استعمال کرو۔“

شاگرد: ”سرا میں نے جونہی نلکے سے منہ لگایا میرے منہ میں پانی بھر آیا۔“

رقیہ عباس گوئندل، کراچی

ایک چوڑے نے اپنی امی سے پوچھا کہ انسانوں کے نام ہوتے ہیں، لیکن ہمارے نام کیوں نہیں ہوتے؟“

مرثی نے کہا: ”بیٹا! ہمارے نام ہونے کے بعد رکھے جاتے ہیں۔ مثلاً چکن ٹک، چکن روٹ، چکن پیس، چکن بریانی وغیرہ۔“

محمد افس خان، کراچی



نونہال ادیب

آئی سردی

حورین خان، کراچی

آئی سردی، آئی سردی کھائیں گے انڈے کی زردی

دیکھو ملی کا نپ رعی ہے کپڑے سے تن ڈھانپ رہی ہے

شہری کھانے، زور سے چھینکے کل بارش میں تھے جو بھیکے

خود کو اب غریبی سے بچاؤ موسم کا اب لطف اٹھاؤ

جو ہوا اچھا ہوا

مسفرہ نور، کراچی

حزہ میاں جہاں کوئی اچھی نونہال بات ہوتے دیکھتے تو کہتے، جو ہوا اچھا ہی ہوا۔ دیکھنا اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔

ایک دن کوئی بھوکا سہلہ حزہ میاں کے محلے میں

آگیا حزہ میاں نے گھر میں پڑی ہڈیاں پھینکنے کے غرض سے کتے کو ڈال دیں۔ کتا ہڈیاں پا کر خوشی سے نہال ہو گیا اور حزہ میاں کے دروازے پر ہی بیٹھ گیا۔

دوپہر کا وقت تھا۔ حزہ میاں کے پڑوسی ابرار بھائی جو قسائی تھے، گھر کے صحن میں گائے کی چربی رکھ کر چلے گئے۔ گھر والے سو رہے تھے۔

حزہ میاں کا کتا دیکھ رہا تھا۔ ابرار بھائی کی چھت پر کودا اور چھت سے ان کے صحن میں۔ کتے نے چربی پورے صحن میں پھیلا دی۔ ابرار بھائی نے شام کے وقت صحن میں پہلا ہی قدم رکھا تھا کہ چربی سے فرش چکنا ہونے کی وجہ سے ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ دھڑکھڑا کر گر گئے۔

رات کے دو بج رہے تھے۔ سب اپنے اپنے گھروں میں خواب خرگوش کے مزے لے رہے تھے۔ ایک چور ابرار بھائی کے گھر میں داخل ہونے لگا۔ پورے گھر کا جائزہ لینے کے بعد اس نے پیچھے سے کودنے کا فیصلہ کیا۔ چور نے جیسے ہی چھلانگ لگائی، وہ پھسل کر دیوار سے جا ٹکرایا۔ اسے کیا پتا تھا کہ یہاں چربی ہی

چربی ہے۔ چور درد سے چیخنے چلانے لگا۔ ابرار بھائی کے گھر والے اٹھ بیٹھے اور بھاگتے ہوئے آئے۔ دیکھا تو محن میں ایک آدمی گرا پڑا تھا۔ چور نے سب کو دیکھ کر بھاگنے کی کوشش کی، لیکن درد سے اٹھ نہیں پایا۔ خنزہ میاں بھی وہیں آگئے۔ انھوں نے کہا، جو ہوا اچھا ہوا۔ اللہ پاک کی یہی مصلحت تھی ورنہ چور چوری کر جاتا تو زیادہ نقصان ہوتا۔

ایک نایاب پھول - ریفلشیا

حمزہ رومی، کراچی

ریفلشیا کا شمار دنیا کے نایاب پھولوں میں ہوتا ہے۔ یہ پھول تیزی سے دنیا سے ختم ہو رہے ہیں۔ اس پھول کی تقریباً ۲۸ اقسام ہیں جو انڈونیشیا، ملائیشیا اور تھائی لینڈ میں پائی جاتی ہیں۔ یہ پھول دنیا کا سب سے بڑا پھول ہے۔ یہ تین فیٹ لمبا اور پندرہ پونڈ سے زیادہ وزنی ہوتا ہے۔ اس پھول کی مدت زندگی پانچ سے سات دن ہوتی ہے۔ پانچ پتھڑیوں والے اس پھول سے سڑے ہوئے گوشت جیسی بدبو

آتی ہے۔ اس بدبو کے باعث اسے مردہ پھول کہا جاتا ہے۔ ریفلشیا تھائی لینڈ میں نراکت کی علامت سمجھا جاتا ہے اور جنوب مشرقی ایشیا میں یہ پھول دوا کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ اس پھول کے پتے اور جڑیں نہیں ہوتیں۔ ریفلشیا، انڈونیشیا کا توئی پھول ہے۔ سب سے بڑا ریفلشیا پھول ۲۰۱۹ء میں مغربی سائٹرا میں دریافت کیا گیا تھا، جس کا قطر ۶ فیٹ تھا۔ ریفلشیا اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا ایک عجیب اور نایاب پھول ہے۔

بچی خوشی

ثروت عزیز خان

کسی چھوٹے سے گاؤں میں ایک لکڑہارہ رہتا تھا۔ وہ گاؤں میں سب سے زیادہ ذہین مانا جاتا تھا۔ جب بھی گاؤں میں کوئی مسئلہ پیش آتا تو عقل مند لکڑہارہ اس کو چنگی بھر میں حل کر دیتا۔ ایک دفعہ بادشاہ نے ملک بھر میں ایک عجیب غریب اعلان کروا دیا کہ جو مجھے بچی خوشی دے گا، میں اسے ایک ہزار سونے کی اشرفیاں دوں

گا۔ گاؤں والوں نے اس مندر ہارے و بادشاہ کو بچی خوشی دینے کا مشورہ دیا، جسے لکڑہارے نے قبول کیا اور بادشاہ کے دربار میں پہنچ گیا۔ اس نے بادشاہ سے کہا، ”حضور والا! میری تین خواہشیں پوری کر دی جائیں تو میں آپ کو بچی خوشی دے سکوں گا۔ پہلی خواہش ہے کہ میں آپ کو اپنی تمام خواہشیں ایک ساتھ نہ بتاؤں، بلکہ ایک ایک کر کے بتاؤں اور خواہش اسی وقت پوری کی جائے۔“

بادشاہ نے یہ بات قبول کر لی: ”اچھا اب اپنی دوسری خواہش بتاؤ۔“

لکڑہارے نے کہا: ”میری دوسری خواہش ہے کہ میں حضور والا کو ایک سال کے لیے جیل میں ڈال دوں۔“

یہ سن کر بادشاہ آگ بگولہ ہو گیا، مگر چون کہ بادشاہ نے تمام وزیروں، درباریوں کے سامنے وعدہ کر لیا تھا، لہذا وہ خود قید خانے میں چلا گیا اور تیسری خواہش کا پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ وہ میں آپ کو ایک گھنٹے بعد بتاؤں گا۔

ایک گھنٹے بعد اس نے کہا: میری تیسری خواہش ہے کہ حضور والا کو باعزت بری کر دیا جائے۔“ بادشاہ جب قید سے نکلا تو اس کی خوشی کی انتہا نہیں رہی۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ بچی خوشی تو اس کے ارد گرد ہی موجود ہے، لیکن اس نے کبھی اسے محسوس نہیں کیا۔ آج عقل مند لکڑہارے نے اس کو سمجھا دیا۔ بادشاہ نے لکڑہارے کو انعام و اکرام سے مالا مال کر دیا۔

میراجادوئی گھر

اسیہ الرحمن، کراچی

ایک ادیب کی بیوی نے اس سے کہا آپ بہت کہانیاں لکھتے ہیں، آج میرے لیے بھی کچھ لکھیں پھر مانہ لگی کہ واقعی آپ ادیب ہیں۔ ادیب نے کہا: ”ٹھیک ہے، اس کہانی کا نام میراجادوئی گھر ہوگا۔“

میں، میری بیوی اور بچے ایک جادوئی گھر میں رہتے ہیں۔

ہم اپنے میلے کپڑے کپڑے اتارتے ہیں، جو اگلے ہی دن صاف ستھرے ہو جاتے ہیں۔



بچے اسکول سے اور میں تفریح سے آتے ہی جوتے ادھر ادھر اتار دیتے ہیں، پھر اگلے دن صبح وہ پالش شدہ صاف جوتے پہن کر جاتے ہیں۔ ہر روز رات کو کوڑے والی باسکٹ کچرے سے بھری ہوتی ہے اور اگلے دن صبح صوبے ہی وہ خالی ہوتی ہے۔

میرے جادوئی گھر میں بچے کھیتے ہوئے ہر چیز نکھیر دیتے ہیں، لیکن اگلے ہی لمحے گھر صاف ستھرا ہو جاتا ہے اور ان کے کھیلوں کا سامان اپنی جگہ پر ترتیب سے رکھ دیا جاتا ہے۔

ہر روز میرے جادوئی گھر میں میرے بچوں اور میری پسند کے مختلف کھانے بنتے ہیں۔

میرے جادوئی گھر میں ہر روز فریادیں، ماما، ماما کہا جاتا ہے۔

”ماما! ناخن تراش کہاں ہے؟“

”ماما! میرا ہوم ورک مکمل کروائیں۔“

”ماما! بھینا مجھے مار رہا ہے۔“

”ماما! بابا جانی آگئے۔“

”ماما! آج مجھے اسکول لٹچ بکس لے کر نہیں

جانا۔“

”ماما! آج بریانی بنائیں۔“

”ماما! مجھے سینڈویچ بنا کر دیں۔“

”ماما! مجھے واش روم جانا ہے۔“

”ماما! یہاں میری بک پڑی تھی، اب نہیں ہے۔“

رات سونے سے پہلے آخری لفظ ماما اور صبح اٹتے ہی پہلا لفظ ماما میرے جادوئی گھر میں سننے کو ملتا ہے۔

کوئی اس جادوئی گھر کی طرف کبھی متوجہ نہیں ہوا ہوگا، حال آں کہ ایسا گھر بیشتر لوگوں کے پاس ہے، مگر کسی نے اس گھر کے جادوگر کا شکر یہ ادا کیا ہوگا۔

ان جادوئی گھروں کا جادو مگر کوئی اور نہیں، بلکہ ہر کچھ دار خالق ہے، جو اپنے اپنے گھروں میں ایسے جادو کرتی ہے۔

اللہ سلامت رکھے ہر اس ماں کو، جن کے صبر اور نہ ختم ہونے والے کاموں کی وجہ سے ہر گھر میں رونق ہے۔

انتخاب تصویر کہانی

نمبر ۲۰۲۲ء میں بچوں کو کہانی لکھنے کی ترغیب دینے کے لیے جو تصویر شائع کی تھی، اس تصویر پر کبھی ہوئی کہانیوں کا انتخاب شائع کیا جا رہا ہے۔

یادگار دن

زیر افریدا احمد، میرپور خاص

آج فرحان، رحمان، ایمان بہت خوش تھے، کیوں کہ وہ گرمیوں کی چھٹیوں میں اپنی نانی کے گھر جا رہے تھے۔ نانی کا گھر شہر سے کافی دور ایک گاؤں میں تھا۔ آخر دس گھنٹوں کے سفر کے بعد وہ تینوں اپنے والدین کے ساتھ نانی کے گھر پہنچ گئے۔ ابو نے کہا: ”بیٹا! اب آرام کرو، کل صبح ہم یہاں گھومنے پھرنے نکلتے گئے۔“

تینوں بھائیوں کو صبح ہونے کا بے تابی سے انتظار تھا۔ صبح چاروں سیر کے لیے چھیل کی طرف چل دیے۔ ابو نے کہا: ”بیٹا! تم لوگ جاؤ، مزے کرو، میں یہاں بیٹھا ہوں۔“

تینوں بھائی گنگنا تے گنگنا تے چھیل کی جانب

بڑھنے لگے۔ موسم بڑا سا تھا، چاروں طرف ہلکے ہلکے بادل، چڑیوں کی چچھاتی آوازیں، چھیل میں دوڑتے مینڈک، ٹرٹر کر رہے تھے اور وہاں درخت کے سائے میں بیٹھ کر جو ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کھانے کا مزہ تھا، وہاں ہی کہاں تھا۔ شام کے وقت بابا نے کہا: ”چلو بچو! واپس چلیں، اب شام ہوگئی ہے واپس جانے کو ہمارا دل نہیں چاہ رہا تھا، لیکن ہم مجبور تھے۔ اپنی زندگی میں ہم یہ دن کبھی نہیں بھولیں گے۔“

تالاب کے مینڈک

تابندہ فضل غنی، کراچی

علی اور احمد چھپیاں منانے گاؤں آئے تھے۔ آرام کرنے کے بعد وہ دونوں اپنے چچا زاد بھائی سمیع کے ساتھ گاؤں کی سیر کرنے نکلے۔ دادا نے شرارتی پوتوں کو نصیحت کی کہ کسی کو بھی تنگ مت کرنا اور مینڈک والے تالاب کے زیادہ قریب مت جانا۔ گاؤں کی سیر کے بعد وہ تازہ ہوا لینے تالاب کے پاس آگئے۔ سمیع تو حتمی اُتارنے پاس ہی ایک بڑے پتھر پر بیٹھ گیا۔ وہ دونوں بھی ٹپٹپٹے لگے، مگر جوں ہی ان



کی نظر کنول کے پھولوں پر سوتے مینڈکوں پر پڑی، دونوں کو شرارت سوچی اور پھر پتھر اٹھا کر پانی میں پھینکے گئے، جس سے پانی میں ارتعاش پیدا ہوا اور مینڈک پانی میں گر گئے۔

سبحانے دونوں کو روکا، مگر وہ نہ روکے۔ اسی دوران مینڈکوں کا غول دونوں کی طرف بڑھنے لگا۔ دونوں ڈر کر بھاگنے لگے۔ اب دونوں آگے آگے اور مینڈک پیچھے پیچھے تھوڑی دیر میں گاؤں کے لوگوں نے مینڈکوں کو دور بھگایا۔ پھر دادا جان آگے آئے دونوں کو سمجھایا کہ بے زبان جانوروں کو نہیں ستانا چاہیے۔ اب دونوں بات کو سمجھ گئے اور آئندہ کوئی بھی شرارت کرنے سے توبہ کر لی۔

فارم ہاؤس کی سیر

علیہ رحمتہ الفخار، کراچی

داؤد، موسیٰ اور عیسیٰ اپنے چڑوسی منظور صاحب کے فارم ہاؤس میں موجود تھے اور وہاں دل کش نظاروں سے لطف اٹھا رہے تھے۔

”یہ کتنا اچھا اور بڑا درخت ہے۔“ موسیٰ نے درخت کی طرف اشارہ کیا۔

”ہاں، اور دیکھو کتنے خوبصورت مکان ہیں۔“ داؤد نے موسیٰ کی تائید کی۔

عیسیٰ نے کہا: ”ارے یہ تو دیکھو کتنا بڑا اور صاف ستھرا تالاب ہے۔“

ہاں! اس میں پتوں پر مینڈک بھی ہیں۔“ موسیٰ نے کہا۔

”لیکن یہ کون سا پھول ہے یہاں پر؟“ عیسیٰ نے سوال کیا۔

داؤد نے جواب دیا: ”میں نے اس کے بارے میں پڑھا تھا، یہ واٹر لیلی (Water Lily) کہلاتا ہے۔ یہ بہت خوب صورت اور مختلف رنگوں میں ہوتا ہے۔“

پھر باتیں کرتے کرتے مغرب کا وقت ہو گیا۔

”ہمیں یہ سیر ہمیشہ یاد رہے گی۔“ عیسیٰ کہتے ہوئے تینوں دوست واپس گھر چلے گئے۔

جھیل کی سیر

شازیہ کاشف، نارنگھ کراچی

گرمیوں کی چٹیاں ہوتے ہی ابوبندہ تینوں بچوں کو خوش خبری سنائی کہ اس وفد کی چٹیاں وہ اپنے آبائی گاؤں جا کر تمہارے دادا کے ساتھ منائیں گے۔ حسن، احمد اور عمر بہت خوش

ہوئے، کیوں کہ گاؤں جا کر جھیل پر سیر کرنے کا انہیں بہت شوق تھا۔ اگلے دن جھیل پر پہنچ کر وہ سب حیران رہ گئے، کیوں کہ جھیل کا منظر ان کی سوچ کے برعکس تھا۔

جھیل کے اوپر جا بجا پلاسٹک کے شاہرے، جوں سے خالی ڈبے اور پانی کی خالی بوتلیں تیر رہی تھیں۔ جھیل کے ارد گرد بھی کچھ ایسا ہی منظر نظر آ رہا تھا۔ ابو نے بچوں کے ساتھ مل کر صفائی کرنے کا فیصلہ کیا۔ حسن اور احمد ہلکا کر گاڑی میں گئے اور ان پھلوں کے خالی شاہرے آئے جو وہ سیر پر کھانے کے لیے اپنے ساتھ لے کر آئے تھے۔ بچوں نے شاہرے میں جھیل کے ارد گرد جمع گندگی کے ڈھیر کو سمینا شروع کر دیا۔ ابو نے جھیل میں موجود گندگی کو صاف کرنا شروع کیا۔ دوپہر ڈھلنے تک صفائی کا کام مکمل ہو گیا تھا۔

سب لوگ بہت تھک چکے تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر انہوں نے وہاں خوب لطف اٹھایا۔ صاف ستھرا سبزہ اور جھیل کا چمکتا پانی ان کی جھکن اُتارنے کے لیے کافی تھا۔ وہ سب جب واپسی کے لیے روانہ ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ

کچھ مینڈک خوشی سے اچھلتے فرختے رہے ہیں۔ جیسے ان کا شکر یہ ادا کر رہے ہوں۔

لطفِ فطرت

کنیہہ رضا

ایک مرتبہ ہم تین بھائی احمد، عمر، ابو اور امی ابو کے ساتھ گاؤں میں داخل ہوئے۔ میں نے اس سے پہلے اتنا سرسبز گاؤں نہیں دیکھا تھا۔ وہاں پر ہر جگہ درخت ہی درخت اور دور دور مکان بنے ہوئے تھے۔ وہاں پر ایک خوب صورت تالاب تھا، جس میں مچھلیاں اور مینڈک موجود تھے۔ کسی قسم کی آلودگی اور ملاوٹ نہیں تھی۔

ہم تینوں بھائی تالاب میں نہانے، آم کے پانعات اور ہرے بھرے کھیت بھی گھوم کر دیکھے۔ مٹی کے برتن میں کھانا کھایا اور بکری کا خالص دودھ بھی پیایا۔ گاؤں میں گوبر کو سکھا کر ایندھن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ رات کو آسمان پر ہر طرف صرف تارے ہی تارے نظر آتے تھے۔ گاؤں میں گزارا ہوا یہ ایک ہفتہ ہمیشہ ہمیں یاد رہے گا۔

تونہال مَصوّر



سید حسین رضا، کورنگی



حدیقہ حبیب، لاندھی



علیہ ایوب، جگنا معلوم



علی عاطف، ماتلی



محمد عزیز فرید، میر پور خاص



آنسٹریٹ جی، ڈیرہ غازی خان

تصویر برائے کہانی

بچو! اس تصویر کو غور سے دیکھیں اور اسے ذہن میں رکھتے ہوئے ایک مختصر کہانی لکھنے کی کوشش کریں۔
اس طرح آپ کی کہانی لکھنے کی مشق ہو جائے گی۔

اپنی کہانی contributionurdu@hamdardfoundation.org پر ارسال کریں یا

۱۶ ویں منزل، بحریہ ٹاؤن ناوہ، طارق روڈ،

پناب ای سی ایچ ایچ سوسائٹی، بلاک ۲، کراچی پریمئیں



علم دوست نونہال



معلومات افزا - ۳۲۲

درج ذیل ۱۰ سوالوں کے صرف جوابات ۲۰ فروری ۲۰۲۳ء سے قبل بھجوادیں۔ جواب کے ساتھ کوپن کا آنا ضروری ہے۔ تمام درست جواب دینے والے پھر نونہال انعام کے حق دار ٹھہریں گے۔ تعداد زیادہ ہونے کی صورت میں انعام کا فیصلہ قرعہ اندازی کے ذریعے کیا جائے گا۔

- ۱۔ سورہ محمد (ﷺ) قرآن مجید کے..... پارے میں ہے۔ (۲۶ ویں - ۲۷ ویں - ۲۸ ویں)
- ۲۔..... خاندان کے بانی حکمران کا نام طغرل بیک (رکن الدین ابوطالب بن میکائیل) تھا۔ (طلوئی - سامانی - سلجوقی)
- ۳۔ قیام پاکستان کے بعد پہلی بار ۱۸ اگست ۱۹۴۷ء کو تھی۔ (عید الاضحیٰ - عید الفطر - عید میلاد النبی)

- ۴۔ روزنامہ ڈان..... سے شائع ہونا شروع ہوا۔ (بھین - دہلی - کلکتہ)
- ۵۔ ترکی میں خلافت عثمانیہ ۳ مارچ..... کو ختم ہوئی۔ (۱۹۱۳ء - ۱۹۱۸ء - ۱۹۳۳ء)
- ۶۔ بھارت میں بابر مسجد کا افتتاح ۶ دسمبر..... کو پیش آیا۔ (۱۹۹۰ء - ۱۹۹۲ء - ۱۹۹۴ء)

- ۷۔ جرمن کے سکے کا نام..... ہے۔ (مارک - پاؤنڈ - لیرا)
- ۸۔ "ادب"..... زبان کا لفظ ہے۔ (فارسی - ترکی - عربی)
- ۹۔ اردو زبان کا ایک مشہور شاعر کا نام..... ہے۔ "ایک" (بندو - وحدت - انشا)
- ۱۰۔ مرزا غالب کے اس مشہور شعر کا دوسرا مصرع مکمل کیجیے: میں نے مانا کہ کچھ نہیں غالب

مفت ہاتھ..... توڑا کیا ہے

(آئے - گئے - پائے)

علم دوست نونہال



کوپن برائے معلومات افزا ۳۲۲ (فروری ۲۰۲۳ء)

نام:.....

پتہ:.....

فون نمبر:.....

عمر:.....

کوپن برائے بلا عنوان انعامی کہانی (فروری ۲۰۲۳ء)

نام:.....

پتہ:.....

فون نمبر:.....

عمر:.....

ایک کوپن، ایک نونہال کے لیے ہے۔ ایک ہی عنوان یا شخصیت لکھیے۔ اپنا پتہ اور فون نمبر صاف صاف لکھیے۔ کوپن کو کاپی سائز کے کاغذ پر چسپاں کیجیے اور ۲۰ فروری ۲۰۲۳ء تک بھجوادیں۔



اس لیے کہ تحریر: ہمارے دل چاہ نہیں تھی۔ ہمارے مقصد نہیں تھی۔ ہمارے طویل تھی۔
 ☆ صاف صاف نہیں لکھی تھی۔ ہمارے پینل سے لکھی۔ ہمارے ایک سطر چھوڑ کر نہیں لکھی تھی۔
 ☆ صفحے کے دونوں طرف لکھی تھی۔ ہمارے نام پتا اور فون نمبر صاف نہیں لکھا تھا۔
 ☆ اصل کے بجائے نوٹوں کا پی بھیجی تھی۔ ہمارے نونہالوں کے لیے مناسب نہیں تھی۔ ہمارے پہلے کہیں چھپ چکی تھی۔
 ☆ معلوماتی تحریروں کے بارے میں یہ نہیں لکھا تھا کہ معلومات کہاں سے لی ہیں۔ ہمارے نصابی کتاب سے بھیجی تھی۔
 ☆ چھوٹی چھوٹی کئی چیزیں مثلاً شعر، لطیفہ، اقوال وغیرہ ایک ہی صفحے پر لکھے تھے۔
 یہ بھی یاد رکھیے:

☆ ہر تحریر کے نیچے نام پتا اور فون نمبر صاف صاف لکھا ہو۔ ہمارے کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہرگز نہ لکھیے۔
 ☆ مختصر اور صاف لکھی ہوئی معیاری تحریر کی باری جلد آتی ہے۔ ہمارے نونہال مصور کے لیے تصویر ہم از کم
 کافی سائز کے سفید موٹے کاغذ پر گہرے رنگوں میں بنی ہو۔ ہمارے تصویر کے اوپر نام نہ لکھیے، پیچھے لکھیے۔
 ☆ بیت بازی کا ہر شعر الگ کاغذ پر ٹھیک ٹھیک لکھ کر شاعر کا درست نام ضرور لکھیے۔ ہمارے روشن خیالات کے لیے
 ہر قول الگ کاغذ پر لکھیے۔ ہمارے قول بہت مشکل نہ ہو۔ ہمارے ہنسی مگر کے لیے ہر لطیفہ الگ کاغذ پر لکھیے۔
 ☆ علم دوست کے لیے جہاں سے بھی کوئی شعر لکھا ہو، اس کا حوالہ اور مصنف کا نام بھی لکھیے۔ ہمارے تحریری غرضوں
 فریقے، طبقے یا ملکی قانون کے خلاف نہ ہو۔ ہمارے طرز یہ اور مزاحیہ مضمون شائستہ ہو، کسی کا مذاق اڑانے یا
 دل دکھانے والا نہ ہو۔ ہمارے تحریر کی نقل اپنے پاس رکھیے، تاکہ چھپنے کے بعد بلا کر دیکھ سکیں کہ تحریر میں کیا کیا
 تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ ہمارے تحریریں ناقابل اشاعت ہونے پر ضائع کر دی جاتی ہیں۔ ہمارے تجربہ ڈاک کے علاوہ
 ای میل سے بھی بھیج سکتے ہیں، جو ان پتے میں اور واضح ہو۔
 ہمارے ای میل میں بھی اپنا ڈاک کا پتا اور فون نمبر ضرور لکھیں۔
 ہمارے کو پین اور کسی بھی تحریر پر صرف ایک نام لکھیے اور ہر کو پین الگ کاغذ پر چپکائیں۔
 ہمارے اچھی تحریر لکھنے کے لیے زیادہ مطالعہ اور مسلسل محنت بہت ضروری ہے۔



جوابات معلومات افزا - ۳۲۰

- دسمبر ۲۰۲۲ء میں شائع ہونے والے معلومات افزا - ۳۲۰ کے درست جوابات درج ذیل ہیں:
- ۱۔ حضور اکرمؐ نے جب اسلام کی دعوت دی تو مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیقؓ ایمان لائے۔
 - ۲۔ آغا خان اول (آغا خان علی شاہ) اسماعیلی فرقے کے ۳۶ ویں امام تھے۔
 - ۳۔ مشہور ہے کہ اکبر بادشاہ کے زمانے کے ایک موسیقار تان سین جب داگ مہار گاتے تھے تو بارش ہونے لگتی تھی۔
 - ۴۔ مشہور شاعر مرزا غالب کی شادی ۱۳ سال کی عمر میں ۱۱ سال امر او بیگم سے ۱۸۱۰ء میں ہوئی تھی۔
 - ۵۔ جرنل سر وکٹس گرہی پاکستانی بری فوج کے دوسرے سربراہ تھے۔
 - ۶۔ پاکستان نیشنل سٹینڈنگ ٹیبل ٹینس (PNSC) جہاز رانی کا ادارہ ہے، جسے کیمجوری ۱۹۷۱ء کو قومی ٹول میں لایا گیا۔
 - ۷۔ اختیارات پہلا وحید پرست اور بھٹو شین فرعون تھا، جو ۱۳۷۵ قبل مسیح میں پیدا ہوا۔
 - ۸۔ ”بابائے پشتو“ شاعر خوش حال خان خٹک کو کہا جاتا ہے۔
 - ۹۔ اردو زبان کی ایک شمس یہ ہے: ”آ نکھوں دیکھی کبھی نہیں لگی جاتی۔“
 - ۱۰۔ حضرت داؤد دہلوی کے اس شعر کا دوسرا مصرع اس طرح درست ہے:
 دل دے تو اس مزاج کا پرہیز کرو سے جو رنج کی گھڑی بھی خوشی سے تراش دے

تمام درست جواب دینے والے نونہال

☆ کراچی: علیہ محمد سجاد، مام امیر، جنانہ شاہ، وایا جنید، علیا اختر، متان احمد، حیدر آباد: مشعل عدنان۔
 ☆ بہاول پور: عائشہ فاطمہ اقبال، آوا کاڑہ کینٹ: عروسہ حنیف، لاہور: محمد حبیب کمال، ٹوبہ ٹیک سنگھ: سہیل کٹر۔
 ☆ کالیہ: آمنہ کشف، میرپور خاص: عائشہ فرید احمد، جنید احمد حسین، عمر اقبال، احمد پور شرقیہ: محمد احمد آصف۔

صرف ایک قلم جواب دینے والے نونہال

☆ کراچی: مجیرہ انصاری، ہما ساجد خان، سید عبدالہادی، حافظ عبدالرحمن یوسف، تاجندہ حبیب مغل، سارہ نوشاد،
 فرخانیہ، ماریہ ظہیر الدین، عبداللہ کاشف، لاہور: ماریہ قاصر، ایمن قاطر، مظفر گڑھ: احمد خان لغاری۔

بلا عنوان کہانی کے انعامات

ہمدرد نونہال دسمبر ۲۰۲۲ء کے شمارے میں جناب امان اللہ صدیقی کی بلا عنوان انعامی کہانی شائع ہوئی تھی۔ اس کہانی کے تین عنوانات بہتر قرار پائے ہیں، جو مختلف جگہوں سے ہمیں مندرجہ ذیل نونہالوں نے ارسال کیے ہیں۔

(۱) سازشی ننگہ، حاکم وقاص، کراچی

(۲) ساچ کو آج نہیں، محمد احمد شہزاد، ملتان

(۳) حاضر دماغ، امین فاطمہ اقبال، بہاول پور

ان نونہالوں نے بھی ہمیں اچھے اچھے عنوان بھیجے:

☆ کراچی: حافظ عبدالرحمن یوسف، سید عبدالہادی، بشری ناز، زینب امیر، عمیرہ انصاری، عائشہ سجاد، محمد آرزو جنید، محمد حسن نوشاد، علینا اختر، تابندہ بنت فضل غنی، ماریہ ظہیر الدین، سیدہ عمیرہ فاطمہ، عبداللہ کاشف، حسان احمد، عبدالرحمن، حسین شاہ، عبدالرزاق، عبدالباسط محمد عمیر، حماد، سدید خان، ہمش حسین اعوان، محمد علی، محمد عثمان، معاذ زاہد، فاروق حسین، محمد مظہر طاہر نوری، فیضان، محمد ذی شان علی، محمد حسین، ریحان علی۔

☆ ساہیوال: بسیرہ زینب، لاہور: فاطمہ کھل، کمالیہ: آمنہ کشف۔

☆ میرپور خاص: عائشہ فرید احمد، محمد طلحہ ارسلان، مظفر گڑھ: احمد خان لغاری۔

☆ حیدرآباد: نبیرا شریف، عائشہ امین عبداللہ، ڈیرہ نواب صاحب: مصباح آصف۔

☆ خیرپور میرس: ایہما مہوش۔

آدھی ملاقات

☆ تازہ شمارہ ملتے ہی پڑھنے بیٹھ گئی۔ پہلی بات، جاگو جگاؤ اور روشن اقوال بہترین رہے۔ علامہ اقبال کا بچپن پڑھ کر علامہ اقبال کے بارے میں مزید معلومات ملیں۔ ہماری کائنات اچھا سلسلہ ہے۔ معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ بلا عنوان کہانی سپر ہٹ تھی، پڑھ کر ہنسی آئی۔ دوسرا سایہ اچھی کہانی تھی۔ آوازوں کی یلغار پڑھ کر معلومات میں بہت اضافہ ہوا۔ اچھا سلسلہ بنا کر بہت ہنسی آئی۔ مہاجر پرندے، دو خواتین ہوا بار، ہجرت کی پہچان تحریریں زبردست تھیں۔ گناہ برباد، نیکی لازم، بڑا کام، خزانہ کس کا ہے؟ ہمدرد نونہال، نوویتی ہوگئی بہترین کہانیاں تھیں۔

وجہ، عاتقہ اور بیتن طیب، لاٹھی

☆ آپ تینوں کو رسالہ پسند آگیا ہے، شکریہ۔ آپ کے خط، کوپن اور تصویر کہانی تاخیر سے ملیں، جلد بھیجا کریں۔ ہمدرد نونہال ہمارے گھر کے سب لوگ بہت شوق سے پڑھتے ہیں۔ دسمبر کا رسالہ شروع سے آخر تک بہترین تھا۔ سعید سیاح چین میں ایک بہت سی معلوماتی سفر نامہ تھا۔ قائد اعظم کا بچپن، غربت میں چمکتے ستارے بہترین تحریریں تھیں۔ لطائف بھی مزے دار تھے۔ مجموعی طور پر رسالہ بہترین تھا۔ انعامی سلسلے میں میرا نام آیا ہے، لیکن ابھی تک انعام نہیں آیا۔ اچھا انصاری، جبکہ معلوم ہوا انعام خصوصی طور پر بنوایا گیا ہے، اس لیے تاخیر ہوئی ہے۔

☆ دسمبر کا شمارہ خوب سے خوب تر تھا۔ ہر کہانی سبق آموز اور مزے دار تھی۔ انوکھے پرندے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت

ہماری پہلی بات، جاگو جگاؤ اور روشن اقوال کا لفظ لفظ موتیوں کی مانند بنتی ہے۔ قائد کا بچپن میرے بیٹے کی دل چسپی کا باعث بنی۔ ابھی تک وہ صرف قائد اعظم کو پاکستان بنانے کے حوالے سے ہی جانتا تھا۔ پچھلے نام بوجھے کا سلسلہ ختم کرو یا؟ یہ بہت اچھا سلسلہ تھا۔ ختم نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بچے اس دور کے پڑھ کر یوں لگا جیسے یہ میرے خاندان کے بچوں کی باتیں ہوں۔ کہانی برائے تصویر بھیجئے کی آخری تاریخ کیا ہے؟ شازیہ کاشف، کراچی

☆ دسمبر کا شمارہ پچھلے شماروں سے بھی زیادہ زبردست اور دل چسپ تھا۔ ہنسی گھر پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ مسعود احمد برکتی کی کہانی پڑھ کر دل خوش ہو گیا۔ ساری تحریریں ایک سے زیادہ کر ایک تھیں۔ حکیم محمد سعید کے زبردست سونامے کا اختتام ہوا۔ اب بے تابی ہے کہ کون سا

محمد حسن نوشاد، کراچی

دیکھتے کوئی۔ روشن اقوال بہت اچھے لگے۔ اپنا بھیجا ہوا میں شکریہ دادا ابو، گونو اور کوئیو، گسری ہوئی کتاب،
 لطیفہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔ رقیہ عباس، محمود آباد، تلافی، وانی بنا کھلاڑی، بلا عنوان کہانی، غربت میں چمکتے
 ستارے، انوکھے پرندے، ہماری کائنات، اچھی تحریریں
 ہمدرد نو نہال نے دل خوش کر دیا۔ جاگو جگاؤ۔ بچے اس دور کے (حبیب اشرف صبوی) بالکل
 میں شہید پاکستان کی باتوں سے وقت کے بہتر استعمال کا درست ہے۔ واقعی ان بچوں کو کیا ہو گیا ہے ہم تو ایسے
 جذبہ پیدا ہوا۔ حمد باری تعالیٰ، نعت رسول اور روشن اقوال نہیں تھے۔ باقی تمام سلسلے ہمیشہ کی طرح چمک اور دمک
 بہت اچھے تھے۔ ہماری کائنات اور انوکھے پرندے سے رہے تھے۔ تابندہ ہنٹ فضل غنی، جلدیہ ٹاؤن
 جہاں معلومات میں اضافہ ہوا، وہیں اللہ تعالیٰ کی
 قدرت کاملہ کا بھی اندازہ ہوا۔ نظم اردو زبان بھی اچھی
 تھی۔ سعید سیاح چین میں پڑھ کر دودھ کا دودھ اور پانی کا سرورق پر تکی تصویر دل کو بھاگی۔ پہلی بات اور جاگو جگاؤ
 پانی محاورے کی سچی سچی اور یہ بھی معلوم ہوا وطن عزیز اپنی مثال آپ ہیں۔ حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول بہت
 کے وقار کا خیال کیسے رکھا جاتا ہے۔ بچے اس دور کے پسند آئیں۔ روشن اقوال بھی لا جواب تھے۔ کاظم عظیم
 مضمون پڑھ کر آج کے بچے کچھ سبق حاصل کریں۔ بچپن (سلیم فرنی) اچھی لگی۔ ہماری کائنات اور انوکھے
 غربت میں چمکتے ستارے سے عزم مصمم اور محنت کی عظمت پرندے (رانا محمد شاہد) سے معلومات میں بہت اضافہ
 آجا کر ہوئی۔ تمام تر کہانیاں سبق آموز بھی تھیں اور بے لطف ہوا۔ کہانیوں میں گونو اور کوئیو (مسعود احمد برکاتی)، شکریہ
 بھی۔ انگریزی حصے میں بھی اب جگہ جگہ تھی ہے۔ دادا ابو (عروج سعد)، وانی بنا کھلاڑی (عادل علی)، تلافی
 دل شاد ہو گیا۔ دعا ہے کہ ہمدرد نو نہال یوں ہی وطن کے (شعاع قاسم)، بچے اس دور کے (حبیب اشرف صبوی)
 نئے پودوں کو حسن کردار، ہمت و حوصلے، ایمان داری اور اچھی لکھیں۔ ہنسی گھر بھی خوب تھا۔
 حب وطن اور حب دین کا پانی دیتا ہے۔
 عاشرہ رمضان بدرہ حیدر آباد

محمد شامہ اقبال، بہاول پور
 ہنسی شکریہ! شامہ! اللہ آپ کی دعاؤں کی ہے۔
 ہنسی شکریہ! سعید کے جاگو جگاؤ نے چکا دیا۔ حمد اور نعت
 کے بول بہت خوب صورت تھے۔ روشن اقوال دل و دماغ اور بلا عنوان کہانی بہت اچھی لگی۔ ملاحظہ کلثوم، سہیل
 کو روشن کر گئے۔ سلیم فرنی کا مضمون قائد اعظم کا بچپن
 بہت اچھا تھا۔ میں نے پورے چار بار پڑھا۔ کہانیاں
 ہمدرد نو نہال حب معمول اور تعریف تھا، رسالے

کے کارکنوں کی تعریف کرنا، سورج کو چراغ دکھانے کے
 برابر ہے، جن کی محنت اور حسن انتخاب کی وجہ سے معیاری
 کہانیاں پڑھنے کو ملتی ہیں۔ سلیم فرنی کی پہلی بات اور حکیم
 محمد سعید کی تحریر دل میں رچ بس گئی ہے۔ انوکھے پرندے،
 بلا عنوان کہانی، گونو اور کوئیو، وانی دادا ابو، ہم اچھی تحریریں
 نہیں۔ قصہ کہانی میں جتنی نظم اردو زبان میں تویر بھول نے
 اردو زبان کے ستاروں کا اچھا تعارف کروایا۔
 عاشرہ رمضان بدرہ ملت آباد

جہاں رسالے کے تمام کارکنوں کی ہمت افزائی کا شکریہ
 جہاں سب کا شمار بہت زبردست تھا۔ روشن اقوال ہمیشہ کی
 طرح مطلوباتی تھے۔ قائد اعظم کا بچپن، ہماری کائنات،
 انوکھے پرندے، گونو اور کوئیو، تلافی اور بچے اس دور کے
 اچھی تحریریں تھیں۔ گسری ہوئی کتاب، شکریہ دادا ابو، وانی
 بنا کھلاڑی، وانی، دادا ابو ہم بہت عمدہ کہانیاں تھیں۔
 سعید سیاح چین میں دل چسپ سفر نامہ تھا۔ غربت میں
 چمکتے ستارے، تحریریں اچھی لگی۔ ہنسی گھر کے لطائف
 بہت مزے دار تھے۔ علم در پچے ہمدرد نو نہال اویس میں
 کمال کی تحاریر تھیں۔ رنگین تصویر بھیجا ضروری ہے یا اسکی
 بھی بھیج سکتے ہیں؟ نسیم و نوب، سہیل و نوب
 ہمدرد نو نہال کے لیے گہرے رنگوں میں تصاویر
 جاباب نظر ہوتی ہیں۔
 ہمدرد نو نہال اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ملا۔
 ماشا اللہ! ہر باری طرح ہر کہانی اور ہر تحریر قابل تعریف
 ہے میں نے ایک چھوٹا سا خط آدمی ملاقات میں تحریر کیا
 وہ شائع ہوا ہے۔ بچے بہت خوش ہیں۔
 اب دوبارہ ان کے کہنے پر آدمی ملاقات میں حاضر
 ہو رہی ہوں۔ دونوں بیٹیوں کے نام اکتوبر کے شمارے
 میں انعام کی فہرست میں شامل ہوئے۔ وہ پوچھتی ہیں
 کہ ان کے انعامات انھیں کب اور کیسے ملیں گے؟
 والدہ، سیدہ رونا طہر، نو بہ ایک شکریہ
 ہنسی اس بار خصوصی انعامات تیار کرائے گئے ہیں، جس
 میں تاخیر ہوئی۔ ان شاء اللہ جلد پہنچیں گے۔
 ہمدرد نو نہال کا شمار پڑھ کر بہت خوش ہوئی۔ روشن اقوال
 زبردست تھے۔ علامہ اقبال کا بچپن پڑھ کر علامہ اقبال
 کے بارے میں بہت کچھ جاننے کا موقع ملا۔ تمام کہانیاں
 بہت اچھی تھیں۔ بیت بازی کے تمام اشعار اچھے تھے۔ ہنسی
 گھر پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ غرض تمام شمارہ زبردست رہا۔
 آمین عبد السلام، حضور
 ہمدرد نو نہال کا شکریہ۔ لیکن آپ کے کوپن بہت تاخیر
 سے موصول ہوئے، جو شامل نہ ہو سکے۔
 ہمدرد نو نہال، پہلی مرتبہ تبصرہ کر رہی ہوں۔ نو نہال کا
 شمارہ زبردست تھا۔ انگریزی حصے بھی مزے دار تھا۔
 علامہ اقبال کا بچپن اور بلا عنوان کہانی شمارے کی سہریت
 کہانی تھی۔ ہنسی گھر پڑھ کر مزہ آیا۔ علم در پچے بہترین
 تھا۔ غرض کہ پورا شمارہ اچھا اور بہترین تھا۔
 ایسا پیشکش، فیض آباد کالونی۔
 ہمدرد نو نہال کا شکریہ، لیکن یہ تاخیر سے ملا ہے۔ آپ
 نے ”کھل“ چے میں مکان نمبر کے بعد فیض آباد
 کالونی لکھا ہے۔ یہ جگہ پاکستان کے کس علاقے، کس
 شہر، کس صوبے میں ہے؟

ہمیشہ رہنے والی چیز۔ بہشت۔ جنت۔ فردوس۔
ایک معدنی شے جو چٹانوں میں ملتی ہے۔ ان پر
آگ، پانی اور بجلی کا اثر نہیں ہوتا۔ بطور دوا بھی
استعمال ہوتی ہے۔ کپڑوں پر لگانے سے تاروں کی
طرح چمکنے لگتے ہیں۔

خ ل ن د
ا ب ر ق

خلد
ابرق

ترقی۔ اوپر چڑھنا۔ بتدریج بڑھنا۔ بالیدگی۔
قدر کی جمع۔ اصول۔ معیار۔
فرماں بردار۔ ماتحت۔ پابند۔ مطیع۔

ا ب ر ت ق
ا ب ر ع

ارتقا
اقدار
تابع

گر مجبھی۔ آؤ بھگت۔ خاطر مدارات۔
تابع کرنا۔ گھیرنا۔ قابو میں کرنا۔

ت پ ک
ت س خ ر

تپاک
تسخیر

نوشہ۔ تحریر۔ ٹھپا۔ مہر۔ لگانا۔ نقش کرنا۔
مال داری۔ دولت مندی۔ ثروت۔

ث ب ت
ث و ا ن گ ر ی

ثبت
توانگری

بلانے والا۔ دعا کرنے والا۔ مدعی۔ دعوا کرنے والا۔
سرداری۔ بزرگی۔ حکومت کرنا۔

د ا ع
س ی ا د ت

داعی
سیادت

بری الذمہ جس کے پاس کچھ بوجھ نہ ہو۔ ہلکا پھلکا۔ فاسق۔
انجام۔ نتیجہ۔ خاتمہ۔ آخرت۔ عقبے۔

س ب ک د و ش
ع ا ق ب ت

سبکدوش
عاقبت

بھگی۔ بے حد خود کی حالت۔ سانس رک کر آنے کی آواز۔
روک۔ ممانعت۔ تعرض۔

گ گ گ
م ذ ا ح م ت

گھگی
مزاحمت

بڑائی۔ شان و شوکت۔ شیخی۔ فخر کرنا۔
خرچ کیا گیا۔ لگایا گیا۔ عطا کیا ہوا۔ بخشا ہوا۔

م ب ا ت
م ب ز و ل

مباہات
مبذول

Hamdard

naunehal

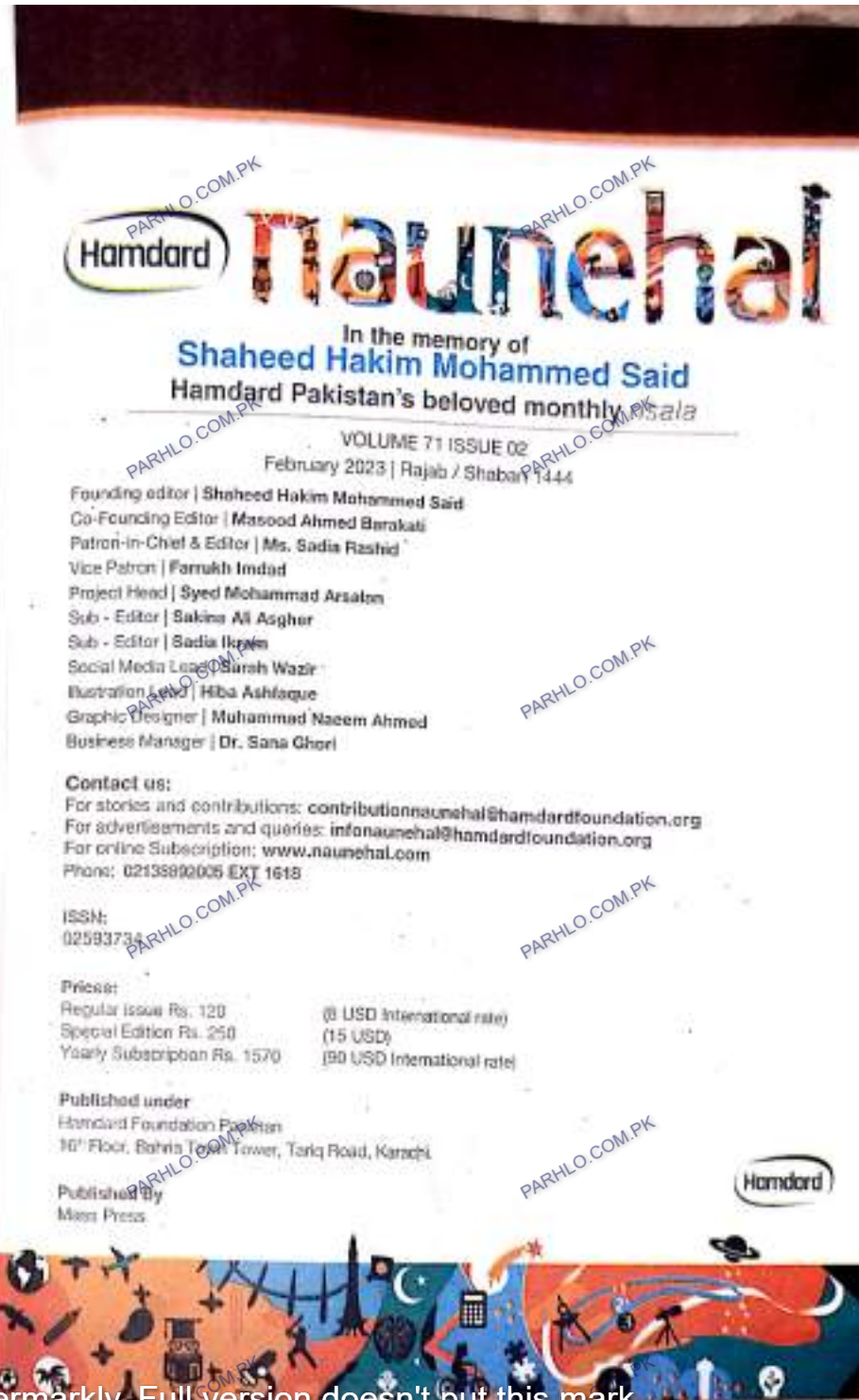
FEBRUARY 2023

URDU, MERI
ZUBAAN

RADIO
DAYS

GLOW IN
THE DARK
PAINT





What is inside



Radio Days	Aamnah Mansoor	06
Gems of Good Deeds	Saba Niaz Siddiqui	11
KSDP CARNIVAL 2023		14
Riddles		16
Lending a Helping Hand	Mariam Khan	17
Trends		20
Urdu, Meri Zubaan	Ibrahim Ahmed	21
Write your own ending	Sadia Ikram	23
Word Search		24
Every Drop Counts – Helping to Save Water	Noman Ahmed	25
Facts about February		28
Surf Safe	Haniah Khurram	29
Math Puzzle		32

Faiz Ahmed Faiz	Saba Niaz Siddiqui	33
Picture Books in Winter	Robert Louis Stevenson	35
A Visit to the TDF Magnificience	Mariam Khan	36
Glow in the Dark Paint		39
The World's Loneliest Elephant	Urooj Saad	42
Bakers - Cake it till you Make It	Sarah Wazir	45
Crossword		47
Darwin Day	Zahra Ashraf	48
Black Bird Town	Aamnah Mansoor	50
The Silbest Teacher in School	Darren Sandelli	55
Reader's Contributions		56
Answers		63
Vocabulary		64

Editor's Note

Dear Readers,

Did you know that the name February comes from the Latin word 'februa' which means to cleanse?

This month of the year is one for fresh starts and for picking up new hobbies! It's also dubbed as the month of love, in most countries around the world. Millions and millions of Valentine's Day cards are exchanged every year. It's also a month of science and exploration, so despite being the shortest month, February is special in many ways.

'Little month of February,

You are small, but worthy—very!'

This month celebrates 'Darwin Day' so we have a very interesting piece for you to read in this month's Naunehal. And in our Travelogue section, we explore the TDF Magnificience Centre, a science center in Karachi that provides interactive exhibits for all curious minds!

This month's Naunehal also features and celebrates International Radio Day and we have a great cover story based on this - find it on the Content Page to read it! As always, if you'd like to keep up with more of our activities, you can check us out on our social media pages on Instagram and Facebook at @hamdardnaunehal.

We hope you love this month's issue!

Happy reading!
Editorial Team

Hakim Said's Words KEEPING A PROMISE



Among the habits that become a part of someone's identity and make them good or bad, one of such habits is that of keeping a promise. It is one of the qualities that becomes evident very early on and can have a big impact on one's relationships!

One should be very mindful of keeping their promises. Think long and hard, before you make a promise about whether you can deliver on it or not. If there is even a slight chance that you might not be able to keep that promise, it is better not to commit. But once you have, you should keep your word, at all costs.

Keeping a promise increases your credibility and worth, and makes people trust you. While not delivering on your word makes you lose your credibility in the eyes of the people. They don't trust you anymore. It's better to not make a promise at all, rather than making one and not keeping it.

(Translated from Urdu)

Radio Days

Aamnah Mansoor

"And the ball soars over the crowd and out of the stadium! What a magnificent six that was, by Nida Dar!"

"Ammi, look - a six! Pakistan will win this match so easily," Imaan said excitedly, as she sat right in front of the television, clad in her green Pakistan Cricket team jersey and a cricket ball, rolling between her hands.

To say that Imaan was a cricket fan would be an understatement - she was a cricket fanatic! She was just eight years old, but knew of all the great legends of cricket and had watched their performances multiple times, reliving their best moments as if she had been right there when they happened. She watched every match religiously and could argue with anyone who dared to say a negative word about her own country's cricket team. She not only watched cricket, but also played it and her dream was to become one of the greatest cricket players - much like the one she was currently watching, on T.V. "Will Pakistan be able to do it? Dar seems steady and determined and here comes the ball -" The television screen went black and suddenly, there was silence!



"Nooo!" Imaan let out a scream! The clock had struck 3 p.m. - the usual time scheduled for load-shedding. "I need to watch what's happening! What do I do now?" Imaan groaned and hung her head down in disappointment. "You know, when I was younger, we couldn't even watch the matches on television." Her mother spoke from behind her.

"Maa, I don't want to hear this right now!"

"Well, there is no match to watch right now, so you might as well just hear my story."

"Ughh, why, why, why? Why did the electricity have to go out right now?" Imaan groaned and fell back on the floor.

"You know, we used to sneak in our little radios to school, to keep listening to the match. We would wait for the teacher to turn her back on us and then, we would bring the radios up to our ears to know what's going on." The little girl lay silent and motionless on the floor. "We would only get to see the match on television at our Dadi's house, since there was a T.V there, but otherwise, everyone would be crowded around one radio listening closely to what was happening. Maybe I still have that radio lying around somewhere..."

This sentence made Imaan turn her head towards her mother and this indicated that she really was actually listening all along. "You mean that it would still work?"

"Now, I don't know if it will work, but you might just find it exciting!"

"Yes, yes please! Let's find it!" Imaan rose up and quickly ran to her mother. "Alright, but we'll have to dig deep in the store room since that's where a lot of the old stuff is kept. It will be dusty and filled with cobwebs, so don't give up on the search half way!" Her mother said, sternly. "Yay, okay! Now, let's go and find it! But how will we look for it when there is no electricity?"

Cover Story



Her mother picked up her phone and turned on the flashlight. "Like this. Come on, now." The mother daughter duo made their way to the northeast of the house, to a little room that was hardly visited by anyone and only opened on annual cleaning days. They pushed open the creaking door. "It smells like dust and cardboard in here," Imaan said.

"It's been a while since anyone has been here and in all fairness, there are only cartons piled up in here."

"And how big is the radio that we need to find?"

"Just about the size of your hands."

The two made their way through the cartons and in the dim light of the phone torch, began to search through each carton. "So, what else could you do with a radio?" The little girl asked. "Well,

you could do everything that you can do with a television - except you would just be listening to it, rather than watching it. You could listen to the news, or sports, or even dramas."

"But wouldn't it be boring to just listen and not watch things?"

"Not really, since that was our only source of entertainment. We didn't really know what it would be like to watch it as well."

"I think I would be bored... uff! How much stuff do we have in these cartons? Oh, look, I found my old doll!"

"Hmm, it seems like it's time to have our annual cleaning a bit early now. We should really donate some of this stuff to children who would love to have it." The two had sifted through four boxes by now and were completely covered in dust! "I don't think I have the strength to go through these anymore," Imaan sighed. "It's too hot, as well."

"I think I may have found something... Wait, I just need to pull it out and aha!" She jerked her hand out of the box, with a rectangular shaped device in her hand. "Is that it?" Imaan asked, looking at the object, questioningly.

"Yep! This is my radio," her mother replied, a sense of nostalgia evident in her voice. "Come on, let's take it out and clean off the dust." The two stepped out of the room and walked back towards the T.V lounge. "Do you think it will work? Do you think we can listen to the cricket match on this?" Imaan questioned.

"I can't guarantee that - this has been put away for a few years now, so maybe it won't be functional, but, you never know..." Her mother proceeded to pull a tissue and wipe down the device. The gold colour began to shine through from underneath the thick layer of dust. "Do you see this knob here? We can turn it to tune into different stations, like we have channels on T.V. This silver stick that you pull out, is called an antenna and this is what catches all the signals for a station," Imaan stared at the object in awe.

Cover Story

"I guess we can put the batteries inside and see if it still works. Go, and get two batteries from that cabinet," Imaan's mother instructed her, and she quickly ran to the cabinet under the television and grabbed the batteries. "Here you go!"

"Thank you. Now, let's see if this works," she said, as she began to turn the knob and both of them listened closely. A little static noise slowly started to emit from the little device. "Is it working?" Imaan asked, quietly.

"...I think it is," her mother replied, as she continued to turn the knob. The static noise was interrupted by a low voice. "Wait, I can hear something!" The excitement was too much for Imaan and she stood up, restless. The static began to die down and then, a clear voice poured out from the device. "And the ball went over the boundary and that's a fifty for Dar! What a sensational performance this has been, by the young cricketer!"

"YES! That's the match! Oh, I can't believe it! It's working!" Imaan said, while jumping up and down ecstatically. "I love you, Ma!"

"Hahaha, I'm glad that you like it. See? The radio can still come in handy nowadays, can't it?"

"Yes, yes, we should definitely use it more! I know! I'm gonna take it to school tomorrow and sneak it in, just like you. I bet my teachers can't stop me from using it."

"Well, you can try bu—"

"Oh, I can't wait!" Imaan was too excited to hear anything else and though the electricity had come back on, she kept her ear stuck to the little device, fascinated by the discovery!

Book Worms

Gems of Good Deeds

Saba Niaz Siddiqui

"Good deeds are like gems, in our deed record. We should always strive to adorn our records with gems, whether it be through an act of charity, smiling at someone, or just praying for other people. We shouldn't miss any moment which can bring a gem to our deed record." With this humble note, Miss Rubina ended her class and the students left - some of them raced to the school bus to grab the luxury of window seats.

Last night's rain had cast a beautiful spell in the city. The trees look refreshed and all the birds gathered around to celebrate the dewy splendour with their sweet songs. All that made the ride home worth enjoying. Sherry and Arbaz got on the bus rather late, and only one window seat was left! In a struggle to get to the seat, Sherry grabbed Arbaz from behind and accidentally broke his favourite thermos flask. That brought tears in Arbaz's eyes, but he didn't say anything and left the window seat, to go and sit somewhere else. Sherry really didn't mean to hurt his friend;



in fact he was quite ashamed of his act! The twenty minute ride home became burdensome for him and not even the peaceful sight outside the window, could make him feel any better.

Upon reaching home, Sherry was welcomed by a pile of boxes, filled with many goods. His Ammi's voice drifted in from another room, "Have you come home, Sherry? Is everything okay?" She asked, concerned, as Sherry was usually very chatty whenever he came from school. "Jee Ammi, I am home but just a bit tired - nothing to worry about," he said, while taking off his school bag. But Ammi wasn't fooled because she had noticed some tears in his eyes! "Everything is not okay, Sherry! Come on, shabash; tell me what has made you so sad?"

"Ammi... I didn't really mean to do that. It was just a mistake, honest!" Sherry said, pausing through sobs and tears.

"Mera pyaray betay, can you please tell me what exactly happened, so we can figure out how to fix your mistake." Ammi gently caressed his hair.

"Actually Ammi... Arbaz and I were hurrying for the last window seat on the school bus and while pushing him back, I accidentally broke his favourite flask. I didn't mean to hurt him."

"Oh, oh that's not good. You should have been more careful, Sherry. It would have been very admirable if you had offered that seat to your friend, but you can fix that mistake now - as you told me that it was an accident, and not an intention."

"How can I do that, Ammi?"

"Well, our Prophet Muhammad (P.B.U.H) once said, in a Hadith, 'Have taqwa (piety) to check of Allah wherever you may be, and follow up a bad deed with a good deed, which will wipe it out, and behave well towards the people.' [At-Tirmidhi 1987]

"So, you need to ask Allah to forgive you and then, do something good for Arbaz to make him feel better. I am sure that you won't



behave badly with anyone again," Ammi continued. "Do you know which Islamic month we're going to welcome in a day or two? It's the month of our beloved Prophet (P.B.U.H) - the month of Shaban-ul-Muazzam! Our Prophet (P.B.U.H) used to pray a lot during this month and he also did a great deal of charity. We must also do our best to follow the Sunnah."

"So, that's why you prepared all those boxes out there? The ones filled with so many goods!" "Yes, Sherry. We shall give away all those boxes and goods to the needy." That evening, Sherry took out his favourite flask from the cupboard, and wrapped it up in a beautiful gift paper. He went to meet Arbaz and Sherry apologised for his bad act and presented Arbaz with a gift - which brought tears of joy in both their eyes!

Afterwards, they observed the beautiful crescent moon, smiling down at them. It was the onset of Shaban-ul-Muazzam and both friends made the intention to observe fast during this month, and do other acts of charity, in order to follow the Sunnah of our beloved Prophet (P.B.U.H). Their deed records were ready to be adorned with gems!



KSDP CARNIVAL 2023

The Karachi Down Syndrome Program (KDSP), a non-profit organization, was launched in March 2014 by a group of concerned parents and passionate individuals who, due to limited support and resources available locally, realized a need for a platform for those with Down syndrome.



As part of KDSP's six areas of services; Family Support, Health Care, Skills Development, Education and Early Childhood Intervention, raising Awareness about

Down syndrome amongst the masses to transform their mindsets is KDSP's primary mission. The aim is to create an inclusive society where people with Down syndrome are welcomed, recognized for their abilities and provided access to equal opportunities.

Each year KDSP organizes an inclusive carnival for individuals with Down syndrome and their families, in celebration of World Down Syndrome Day. The Carnival features exciting games and activities for all children including puppet shows, dance competitions, magic shows and a variety of food and craft stalls, which allows for adults and children alike to indulge.

Through the years, the event has aimed to create a safe and inclusive space for not only individuals with Down syndrome but also for the society at large. Over 5,500 individuals participated in our Carnival festivities by partaking in engaging activities, creative games, stage performances and indulging in delicious food.

What to expect at Carnival 2023?

Each year, KDSP incorporates a certain theme within its activities, games and performances, in accordance with World Down Syndrome Day (WDSO) campaign's theme.



For 2023, their theme centers around sharing love - #PyaarBaanto. This year, it's bigger and better! Over 6000 people are expected to attend the carnival this year.

A variety of food pop-ups, crafts shops, kiddie rides, games, activity areas for not only the kids but their families as well.

- ToyBricks Pakistan for cognitive lego play.
- TDF Magnificence.
- SNAP area by Veritas Learning Circle
- Caricature in 5 minutes
- Magic show and jugglers act
- A musical performance by The Bobbles
- Storytelling by Khaled Anam
- Art House by Serwat Gilani
- Special Olympics Pakistan
- Tarot Card reading
- Minute to win it games
- Drum Circle
- Dramatic Story Reading by Zameer
- Your very own NAUNEHAL stall

And much much much more!

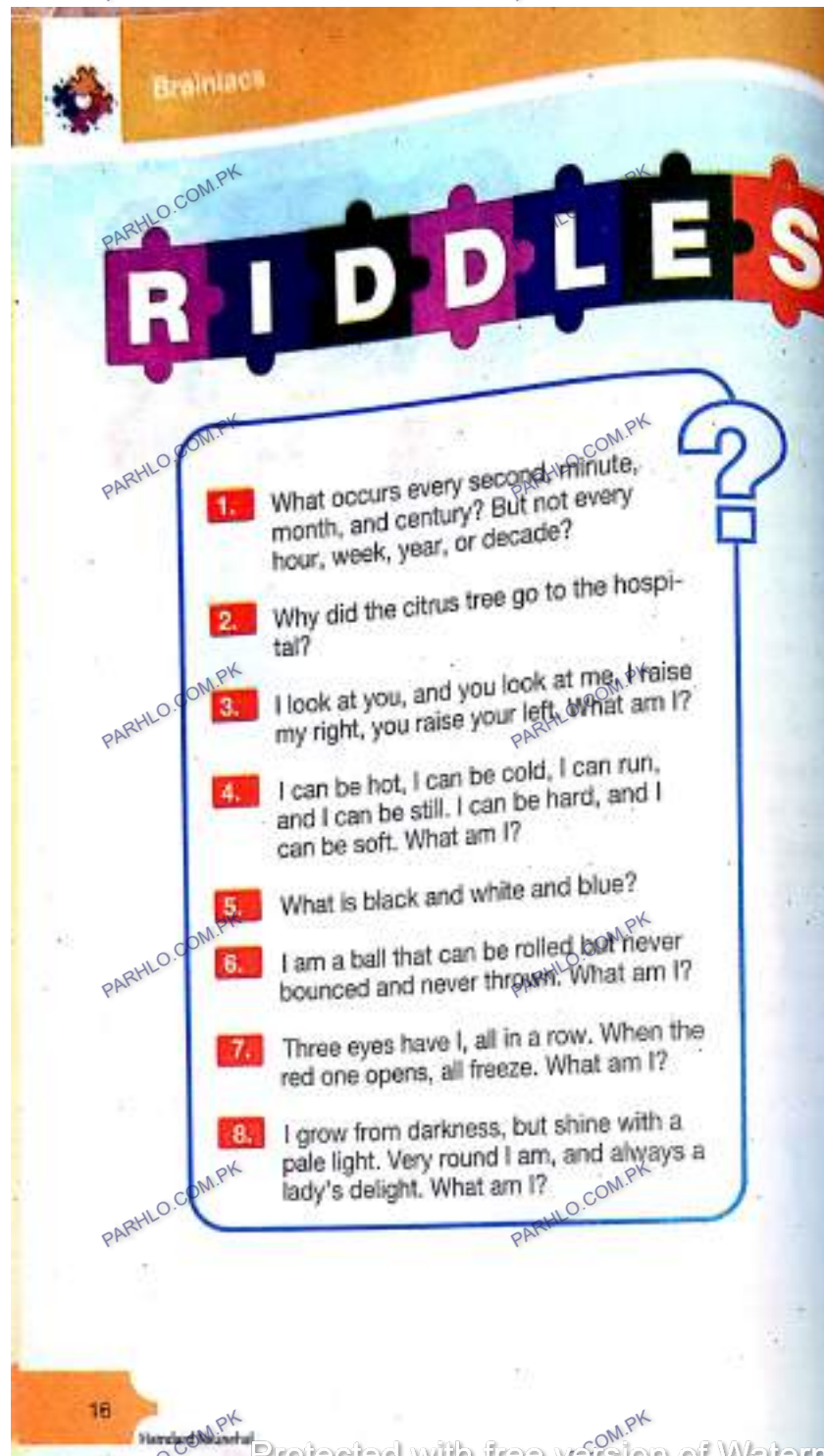
Event Details:

KDSP Carnival 2023

Date: 5th february 2023

Time: 3pm - 9pm

Venue: DHA Sports Club, Moin Khan Cricket Academy, DHA Phase 8, Karachi. For ticketing and other details, connect to the facebook event page for KDSP Carnival 2023.



A BITE FULL OF Taste

THE PASTA EXPERT

Shashlik Macaroni

26 RECIPES

consumers@bakeparlor.com | www.bakeparlor.com | @bakeparlor_pk



HAMDARD PUBLIC SCHOOL

ADMISSIONS OPEN 2023 - 2024

The poster features a collage of images: a boy writing at a desk, a school building, a group of students, and a boy wearing a face mask. The text 'ADMISSIONS OPEN 2023 - 2024' is prominently displayed in large yellow letters. The school's name 'HAMDARD PUBLIC SCHOOL' is visible in the top right corner.

Book Worms

Lending a Helping Hand

Mariam Khan



Ahsan Khan studied in 5th grade and was an intelligent, hard-working boy. He had exceptional reading and writing skills, but usually shied away from speaking in front of a large audience. Ahsan was an introvert and thought that people might find his presentations long and monotonous. Therefore, he would write speeches, but someone else would usually present them on his behalf. His teachers, parents, and friends tried to help him overcome his stage fright, but in vain.

One day, the principal assigned Ahsan the task of preparing and presenting a report on, "Endangered Species Around the World" during morning assembly. He had one week to prepare it. Ahsan felt honoured to have been selected for this assignment; however, stage fright made him very anxious. He quickly made the report and spent countless hours practicing it, in front of a mirror.

Book Worms

"I'm very nervous, Ali. You know my fear. I might get confused on the stage," he confessed to his best friend on the morning of the presentation, and on the stage, the sight of the entire school staring back at him, made Ahsan so nervous that he forgot his entire speech and started sweating profusely! Ali made encouraging gestures at Ahsan, but Danish Khan, a mischievous boy in their class, started giggling. Others joined him immediately, and soon, the entire assembly echoed with ardent whispers! Ahsan felt embarrassed; however, the principal quickly controlled the situation and politely asked Ahsan to go back to his class.

Back in class, Danish began teasing Ahsan again for the morning assembly fiasco. "What happened, Ahsan? Why did you cry in the assembly? Couldn't you present your report confidently?" He said sarcastically. Ahsan and Ali were offended by these remarks, but controlled their anger to prevent the matter from escalating. "Let's not lose our cool, Ali. Our retaliation will only worsen the situation as Danish will surely fight back! The best thing is to remain quiet and wait for our teacher to arrive," Ahsan said, maturely.

"Yes, you are right. Let's handle this situation wisely. We know Danish is a naughty boy. Please don't take his remarks to heart," Ali agreed. Just then, their teacher, Mrs. Bilal entered the class. She had heard all of Danish's remarks and was furious at him! "Danish, why were you teasing Ahsan? Everyone has their strengths and areas of improvement. Ahsan is good at many other things. With a bit of help and practice, I'm sure he'll get better at public speaking too! Also, how did you feel when the older kids badgered you last year, hmm? Would you want someone to feel as sad and helpless as you felt?" She scolded him.

Danish immediately regretted his comments, as the memories of older children bullying him resurfaced in his mind. He certainly didn't want to dismay Ahsan and become a bully himself! He quickly apologised. "I'm sorry, Ahsan. I should've been more considerate. Please don't be upset. You are a brilliant writer! Perhaps, I can help you hone your presentation skills?"

Book Worms

"Um, sure. I'll look forward to your help," Ahsan replied, politely, even though he was a bit surprised. That evening, Ali went to Ahsan's house to help him practice the presentation. Much to both their surprise, Danish soon came over as well! "I feel awful about how I treated you earlier today. I've come to help you prepare for the assembly presentation. Perhaps, we can all become friends then?"

The boys knew that Danish was going out of his way just to help Ahsan. They appreciated his efforts and happily agreed to take his help, and so, they got to work. Danish offered some helpful suggestions about body language, and Ali encouraged Ahsan to maintain eye contact with the audience. A week passed and the three boys practiced public speaking almost every day. Finally, the day of the presentation arrived, and this time, Ahsan felt relaxed and confident.

He enthusiastically talked about endangered species, mainly giant pandas, blue whales, white leopards, and our national animal, markhor. All the students and teachers thoroughly enjoyed his presentation and liked his research. "Good job, Ahsan! You spoke very well. You've clearly improved on your presentation skills!" Exclaimed Mrs. Bilal, once the students all settled in the classroom.



"The real credit goes to my friends, Ali and Danish! They helped me improve my body language and encouraged me to maintain eye contact," replied Ahsan, very proud and grateful for his friends.

Mrs. Bilal was impressed, and she explained, "Remember, we all have our strengths and areas of improvement. We must help each other to overcome these gaps and become better. This way, we shall all prosper!"

Avatar: The Way of Water

Rating: PG - 13

Genre: Family, Action and Thriller

"This is our home. This is where we make our stand!"

In this much-awaited sequel of Avatar (and if you haven't seen the first movie, you MUST watch that one first!) Jake Sully and his wife have formed a family together. However, they are forced to leave their home – the forests of Pandora, and need to explore other regions. His beloved family are on the run for their lives, as an ancient threat resurfaces. Jake must fight a difficult war against the humans, to protect his home and more importantly, his family. Plus, the movie is a visual masterpiece, by all critics' standards.



The Iron Giant

Rating: PG

Genre: Science Fiction, Adventure and Action

"This is Superman. He's a lot like you – crash-landed on Earth, didn't know what he was doing, but he only uses his powers for good, never for evil. Remember that!"

A giant alien robot crash-lands near the small town of Rockwell, and is discovered by a 9-year-old boy, Hogarth, who is exploring the neighbourhood. The two form an unlikely friendship together.

The Iron Giant learns from the little boy that he is not doomed to be a weapon, because 'you are what you choose to be.' It is your choices that matter. The movie's most powerful message is about changing your own destiny.

Urdu, Meri Zubaan

Ibrahim Ahmed,
Grade 10,
California, USA



Even though Urdu is my native language and my family is from Pakistan, living in America I hardly spoke it and understood just some of it. During the pandemic, my mom signed me up for an online Urdu class. At first, I thought that it was unnecessary, because Urdu is not one of my school subjects and with my usual school work and home work, I thought it would create even more work for me!

The class, which was named 'Urdu Meri Zubaan' was an hour long. It was a combination of speaking, reading and writing. My teacher was a very kind lady, and she spoke to me like a mother. Due to her kindness, I sat through the hour and pulled myself till the end of the class, which always ended with a homework assignment. Now, I thought that my game time would be spent doing this homework, and that might go on until I graduate from her class. During the course of the next few classes, she sensed my reluctance to speak and learn this language that was mine, yet so strange to me. She asked me to come to the class with an open mind and embrace this language, because it represents a living, breathing culture.

She said that I should not be afraid of making mistakes, while I learn. As the classes progressed, she taught me to read very interesting stories from Pakistan. I learned poems that were about very captivating ideas and about the history of the language. It was a whole new world for me! My respect and understanding of Urdu-speaking people made me interested in learning even more. At home, I started to pick up Urdu books and some of the texts I could read and understand.

It was a sense of victory that I could now read, write and speak another language and could learn so quickly. Sometimes, I surprised even myself as I took to watching Urdu T.V and started to understand the characters and the stories they told! During my class sessions with my Urdu teacher, she successfully improved my fluency and understanding in reading and writing. I was able to leave my comfort zone, listen attentively, watch other people talk and sometimes dive in. I wrote several short stories and essays on my own and surprised myself. I made mistakes, but as she said, I was not afraid of them!

All her advice was not only fit for my Urdu class, but also my life in general. I started looking at my studies in a different light and slowly became better in other subjects as well. I think that the whole acquisition of knowledge and preserving it in your mind using your memory and reason and practicing it with an open mind, is the key to excel in any field you want to pursue.

My Urdu teacher taught me for a full year before I was able to read, write and practice Urdu at home with my mom. There was no doubt that she sparked an interest in me towards learning, the love of books, the international connection we share with people on the other side of the pond, and towards my native language Urdu and the culture Urdu speakers share. If I were still in her class, I would thank her for taking me on such a rewarding and fascinating journey with her - telling me stories that were not from a foreign land, but from the land beneath my feet! It was a worthwhile project and I'm grateful for her guidance and advice, all along the way.

Tell a Fairytale!



Rules!

- Has to be an original story with no link to existing fairytales.
- Only typed submissions will be accepted; please send it in a word format.
- Word Limit: 550 words

Last date of submission is
Feb 15th, 2023

Continue the story and the BEST one will be published in the next issue! The word limit is 400 words, please email us your submissions at contributionnaunehal@hamdardfoundation.org

Cats and Kittens



I	R	R	E	T	A	W	H	S	W	U	T	N	K
E	N	D	B	M	C	T	S	C	A	M	B	L	W
T	S	C	T	T	E	S	H	R	D	I	I	S	H
H	C	O	L	L	A	R	E	A	O	M	H	M	I
R	R	T	A	I	L	W	L	T	P	U	R	R	S
E	E	N	E	A	B	P	T	C	T	K	T	U	K
T	P	B	A	I	L	I	E	H	T	I	R	R	E
U	A	N	H	R	A	H	R	I	C	T	E	S	R
N	W	C	E	C	N	C	R	S	P	T	A	T	S
A	S	M	K	I	K	O	B	W	W	E	T	R	E
S	M	E	O	W	E	R	E	A	S	N	S	E	T
I	D	I	S	H	T	C	D	L	T	P	L	T	P
E	H	P	A	R	H	I	C	C	R	R	R	C	M
U	A	C	E	T	I	M	R	T	S	C	N	H	T

CLAWS
PANS
SHELTER
MICROCHIP
PURR
ADOPT
MEOW
SCRATCH
WHISKERS
COLLAR
TREATS
KITTEN
TUNA
TAIL
BLANKET
STRETCH
MILK
DISH
WATER
BED



Every Drop Counts – Helping to Save Water

Noman Ahmed

"Aqsa, Kashaf, Eeman, Samita and Maysoon – looks like all the Girl Scouts are here," Rida declared, while marking off all her friends on a list. "Let's begin without any delay!"

The school was marking 'World Thinking Day' and all the Girl Scouts from Rida's class had gathered at her house, to discuss an important environmental issue. "We have to make a report about our ideas for saving water in the city by Monday. I hope you all have thought well about your ideas."



Body and Mind

All the girls nodded in agreement. "Good! Then, let's start with Aqsa and we can all move in a circle to hear everyone's ideas and I'll jot down all the ideas as well."

Aqsa began the discussion, "Well, as you all know, we have heavy floods in the city every year, and yet, we still face water shortage. I mean, in my house, we don't get any water for days. We have to store it in water tanks and even when that is finished, we have to rely on groundwater!"

"It's the same for our house too," chimed Samita. "We have to order a water tanker every month. It's so expensive for my father!" "Exactly. And during the rains, the water simply floods our homes, don't they?"

"Hmm, alright," Rida said. "So, we need a way to have enough water in our homes and stop the floods from happening. What ideas do you have in mind for that?"

Kashaf thought for a moment and then said, "I've read that in Singapore, they are building lakes and canals inside the city, to store freshwater. That way, if it doesn't rain, they can use this water for consumption. What's more - they are also placing solar panels on lakes to create solar electricity. The panels stop the water from evaporating, so people can save water as much as possible."

"You know, we already have canals in our cities, but people build houses over them and the government doesn't stop them," Aqsa shrugged, sadly. "So, all that rainwater flows through the streets!"

Eeman, who had been quiet so far, perked up with a thought. "You know what? I was speaking to my cousin in Bangalore, in India. Her landlord has built an underground tank. Rainwater simply flows from their rooftop to the tank, instead of flooding the streets."

"That's very smart!" Rida admitted. "But not everyone has the money to do that."

Maysoon spoke up next, "I visited the urban forest in Clifton last month. The person there told me that if we create more parks and gardens throughout the city, the soil and roots will absorb the rainwater, and we won't have any flooding. Imagine that!"

"In the UAE, they have special machines that can change seawater into drinkable water," said Samita. "I think it's called desalination, and probably super expensive. We can't afford that in Pakistan. But, well, you know... I did see this video on YouTube, where a huge mixer dropped a lot of water on the road and the road soaked it all up." "How is that possible?" Rida asked, surprised.

"The road is made up of some special material that absorbs water," answered Samita. "It can prevent floods and restore groundwater, instead of sending it all into the drains."

"But there are so many roads in the city! We cannot take them all out and lay down new ones all at once."

Maysoon saw the potential in this idea and spoke up, "But we can start with the roads in the low-lying areas where most of the flooding happens? Maybe once we start with one or two roads and see if that works, we can do it to other roads as well."

"Alright, scouts!" Rida exclaimed. "We have a nice enough list for Madam Scout. I'm sure she will be pleased with us. Thank you, everyone!"

And sure enough, the girl scouts impressed everyone with their ideas, including the Principal who promised everyone to build a rain harvesting system at the school before the next monsoon season!

Facts about February

1. February is the only month of the year where it's possible to go the entire time, without having a full moon!
2. It has 28 days, but that becomes 29 days, every four years in a leap year.
3. The odds of being born on February 29th are about 1 in 1,461.
4. Those that are born on a leap day, can be called a 'leaper' or 'leaping.'
5. Over time, the length of February kept changing. At one point, it had as little as 23 days!
6. In Welsh, February is sometimes known as 'Y mis bach' which means 'little month.'
7. The Saxons called February 'Sol-monath' which means 'cake month' because they would offer cakes to the Gods during February.
8. Of all the words you can misspell, February is one of the most misspelled words in the English language!
9. Did you know that February, March, and November always start on the same day of the week, unless it is a leap year?
10. February 1 marks the Lunar New Year, also known as Chinese New Year!



SURF SAFE

Haniah Khurram

"Baba, phone please?" Ali impatiently asked for his mobile phone, which had been in his father's possession for the past two weeks, to limit Ali's screen time. With exams ahead, his parents could not afford his result being affected, so Mr. Amir confiscated his son's phone for several hours each day. "Not more than an hour, Ali," his father sighed, taking the phone out of his pocket and handing it over to him. Ali nodded and excitedly ran to take his place on the sofa. He opened his Facebook account, which he hadn't checked in ages, and swiped to the 'friend requests' section. He was happy to see such a long list, pending for approval. Since Ali had a strong desire to make friends online, he consecutively went on tapping the 'accept' button. After doing so, he continued with his scrolling, to find something interesting.

'BEEP!'



After a couple of minutes, a notification appeared on his phone, eventually displaying the message, "Hey! Glad to have you!" Ali got startled, yet excited - for this was the first time when someone had texted him on Facebook. He had a strong urge to respond, but the thought of talking to a stranger was the one thing holding him back. So he ignored the message and continued to watch a video.



Book Worms

"What's up, buddy?" Another message appeared from the same guy and Ali now thought that there was no harm in just chatting to him, so he replied back, "I'm good, how are you?" This eliminated the initial awkwardness and the chat went on smoothly, until the stranger asked, "Are you fond of online games?" A wave of excitement fluttered through Ali's body, for this was what he loved the most! "Ohh, that means we share a common interest!" The stranger texted back and Ali typed, "Yes, glad to be an online gamer!"

"So, you must be aware of the recent gaming app, right?"

"Yes, free fire? That's amazing! I play it, like every week."

"No buddy, not that. I'm talking about 'Puckh-C.' It's this brilliant app, with great graphics and features. I suggest you download it soon and reap all its benefits."

"Benefits?"

"Yes, it pays \$200 to the ones who play more than four hours a day! Download it right now, friend!"

"Wow! That sounds amazing. Yes, I'm installing it now."

"But remember, the app would demand a lot of personal information from you, but there's no need to worry, as it's always safe within the system."

Ali tried logging in, but it was repeatedly giving him the 'error' notification. He texted the guy for some help: "The app is not verifying my email - I can't log in."

"That seems odd. Well, send me the screen recording, while you log in, so I can identify the problem."

Ali started recording his screen, while he entered all the necessary information including his name, email address, the password and

phone number. After tapping enter, another 'error' notification appeared. He then stopped recording and sent it to the stranger. Deep inside, he did feel that maybe it wasn't too wise to chat so freely with an online stranger, but the greed for a new online gaming platform suppressed his inner voice and he continued chatting for a long while. "Ummm....let me check what the issue is. I'll get back to you soon, buddy!"

This was the last text Ali received from that stranger.

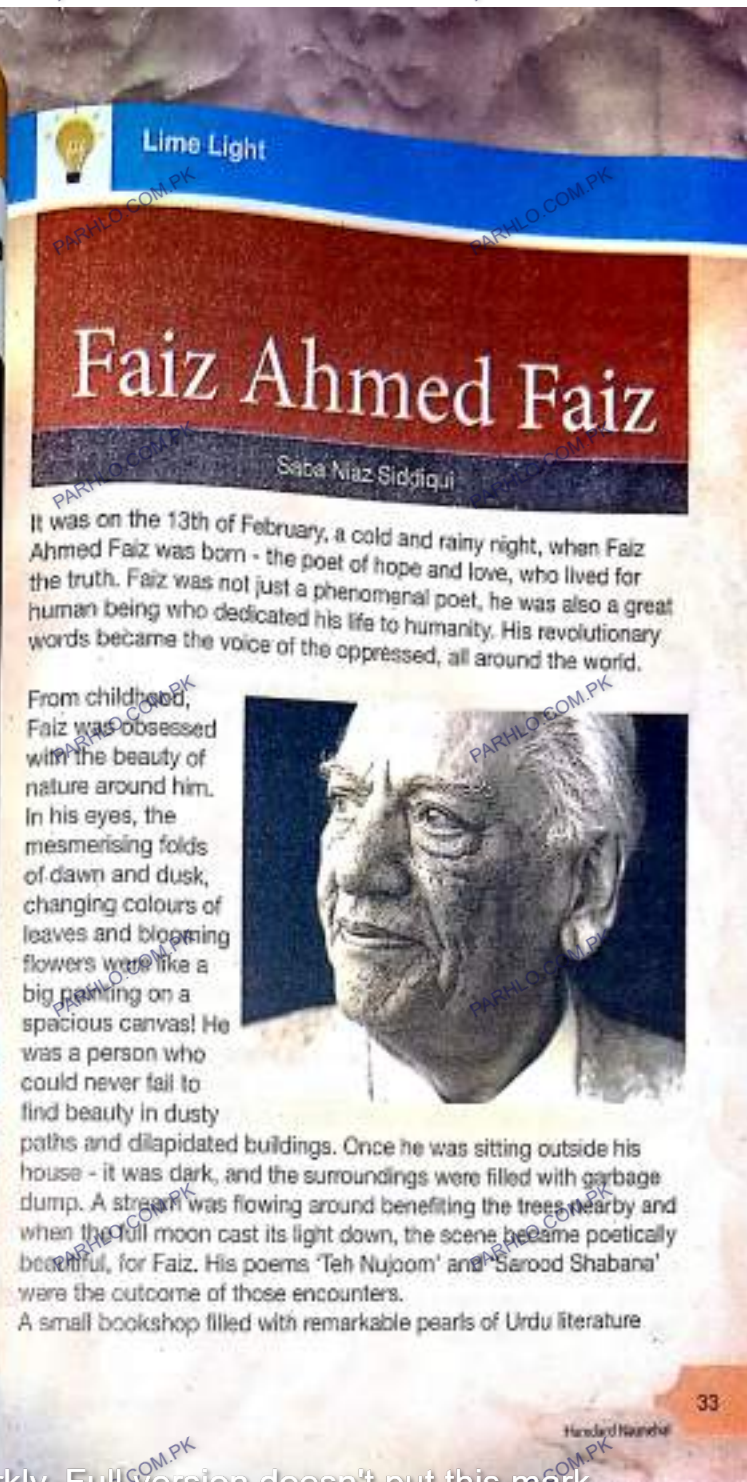
"Ali! Have you been blackmailing your principal with threatening emails?! What behaviour is this?" Mr. Amir yelled with fury, the next day and Ali, confused, responded, "What? But I haven't sent an email in ages! How can I threaten the principal?"

Mr. Amir took out Ali's phone and showed him all the emails which were in the 'sent' section. They were horrible! "I was called into your school and was shown these texts that are sent by you!"

"But I swear I haven't done anything, Babal" Ali suddenly remembered the screen recording he had shared with the guy online. "Oh, no! I entered the email and its password too, and then sent the recording to him. How stupid am I!" The young boy quickly opened his Messenger to look for that stranger and he got enraged when he found that he had been blocked by him. "So, what about that app?" He muttered to himself.

"Don't be stupid again, Ali! It must be a fake app. It was a smart trap to get emails and passwords."

This was the biggest lesson Ali learnt in life. He understood that it was not smart to share any screen recordings with anyone online, nor talk too freely and openly with people he didn't know. He decided to verify apps before installing them and was careful not to leak any personal information, for surfing the internet safely is very crucial.



was right next to Faiz's house and he used to borrow books for two paisas each. He read all the books! Once, his school organised a poetry writing competition and Faiz won first prize, for which he was granted 'one rupee.'

After the death of his father, things became difficult. It was a time when Faiz came across the miseries of life; sometimes, he was penniless and at other times, he was starving. But he took on those challenging days with great motivation.

He remained steadfast and became stronger. Faiz also spent many years in prison, but his hope never completely diminished. Whether it was Central Jail Hyderabad or Montgomery Jail, his hope remained intact. During his imprisonment in Montgomery Jail, he started growing flowers and the small patch became a garden in a short time. Saplings of those flowers were sent to friends outside too! The beautiful poetry of 'Dast-e-Saba' and 'Zindan Nama' was composed in those jails.

Faiz was incomplete without his friends. Convivial gatherings in jail or meetings outside, Faiz would always be accompanied by good friends. He was a person who never broke promises. Once he was abroad and happened to meet Qudratullah Shahab, who invited him for dinner which he cordially accepted. But on that day, heavy snowfall blanketed the whole city and a simple walk would seem impossible! Mrs. Shahab cooked Faiz's favourite food but the couple wasn't sure about Faiz's arrival. Later that evening, they heard a door knock and upon opening the door, they found Faiz outside who had laboriously walked in the heavy snow, just to meet his friends!

Faiz voiced the tyrannical oppression of the Palestinian Muslims. He was concerned for the humans around the world who were subjected to discrimination, and in this regard, poetry of 'Sar-e-Wadi-e-Sina' is a landmark! Regret and lament were words unknown to Faiz. He received many awards, nationally and globally, and became the first Asian to receive the 'Lenin Peace Prize.'

Picture Books in Winter

Robert Louis Stevenson

Summer fading, winter comes—
Frosty mornings, tingling thumbs,
Window robins, winter rooks,
And the picture story-books.

Water now is turned to stone
Nurse and I can walk upon;
Still, we find the flowing brooks
In the picture story-books.

All the pretty things put by,
Wait upon the children's eye,
Sheep and shepherds, trees and crooks,
In the picture story-books.

We may see how all things are
Seas and cities, near and far,
And the flying fairies' looks,
In the picture story-books.

How am I to sing your praise,
Happy chimney-corner days,
Sitting safe in nursery nooks,
Reading picture story-books?



A Visit to the TDF Magnificience

Mariam Khan

My cousins and I had been planning a trip to TDF Magnificience Centre for over a month!

Last Friday, when everyone was gathered at our Grandma's, for an overnight sleepover, we decided to visit the museum on Saturday.



My parents drove us to the bustling Railway Road, where the Science Centre was located. The grand entrance, which was a part of the building preserved from the British Colonial Era architecture, welcomed us! A guide smiled and

beckoned us forward, "Please come this way to purchase the tickets."

Once inside, the first thing that caught our attention was a huge chandelier made up of a molecular structure. We wanted to count all the electrons and protons, when our parents signalled us to cross the second entrance, and enter the ground floor. "TDF Magnificience Centre includes three floors and a science garden," the guide informed us. "The ground floor has a huge wet-land mangrove ecosystem that is built in the atrium along with the 'Kids' World Karachi' section."

We walked on the wooden bridge amongst the mangroves, to observe the ecosystem and feel the beauty of nature all around us. "Look, the fish are feeding on worms, which means that the ecosystem is healthy and sprouting," our Dad commented.

'Kids' World Karachi' featured a typical Karachi neighbourhood - that was full of markets, bus stops, hospitals, and a construction site. In the hospital section, an activity called 'Fix the Body Parts' attracted my youngest cousin, Sana. She spent 15 minutes playing with magnetic body parts in order to build a human skeleton. Next, she hopped into an ambulance in the health section, donned a lab coat, and tried giving first aid to a mannequin. The first floor had exhibits related to 'World Within Us.' We came to a section that was dedicated to the five senses of human beings and how our brain controls their functions. We pressed different switches of senses, to see which part of our brain controls their function. It was all very cool!



Tooba, my eldest cousin who actually wants to become a doctor, was quite interested in learning about the DNA sequence in a chromosome and spent quite a while studying a life-size model of a chromosome. Pointing at the DNA sequence, Tooba told us, "Our genetic information is stored in the DNA."

Next, we saw a life-size model of a human heart! The guide also showed us how deoxygenated blood is pumped and supplied to the body. As we moved forward, we came to the health innovation section, which exhibited various exercises for physical and mental well-being. "One can use light therapy, as well as music therapy to uplift their mood and curb depression," the guide said. This floor also had numerous interactive optical illusion exhibits, including 'Head on the Plate,' 'Clone Illusion' and an anti-gravity room. We all sat down in an exhibit called the 'Rotating House' which was actually quite fun!



Our World



The second floor is dedicated to 'The Physical World.' Zohaib, who's in grade 6, got excited to see the first exhibit, 'Magnetism.' "We studied magnetism in class, just last week! Let's experiment with the compasses," he shrieked.

The floor had various other activities as well; related to forces, balance, momentum, gravity, geometry, and types of energy. Dad and Sana tried playing games in the 'Train Your Brain' section, while Tooba and I tried our hands on the 'Balance the Ship' activity.

Finally, we went on to the third floor, which was themed as, 'Our World, Our Creation.' It had various activities where we could dismantle the existing structures and reassemble them creatively! Half of the floor was still under construction, so we quickly moved to the rooftop, which housed a cafeteria and a scientific telescope to observe the universe! We saw Mars and the Moon and observed countless stars looking like huge glowing masses!

Lastly, we went to the outdoor science garden where many varieties of plants, a garden maze, different types of swings, a balance challenge, and an obstacle course, greeted us. Sana climbed up the tree house and took the slide down. All this physical activity made us ravenous, so we went to the 'Foodology' - a well-stocked cafeteria, and there, we gobbled up light snacks and a single-course meal. TDF Magnificience was a full-day trip, filled with enjoyment, thrill, and laughter! I'd recommend you pay a visit!



Get Creative

Glow in the Dark Paint

My dear artistes!

Hope you missed us. We are back in this month's issue with a new painting craft, to hone your painting skills. This month, let's pop our paintbrushes out, because we are painting GLOW IN THE DARK paintings!

Glow in the dark paintings are such a fun idea to add to your art collection, and the trick is to create a glow-in-the-dark illusion through very simple art techniques - easy, fun, and so unique!

We start by gathering all our art supplies. For this DIY, you would need:

A black cardboard paper/chart paper (5x6) and this can either be a square or a rectangle, depending on what drawing you choose.

Paints: White, Yellow, and Red. You can choose your own colours as well, depending on what you'd like to draw.

A paper plate, or an acrylic plate for mixing/pouring your colours out (your own painting palette).

Paintbrushes: You would need just one, 0 point brush for thin lines. Some water in a jar or glass, to clean your brushes.

A handy napkin or towel for any accidental spills.

Now that we have all our art supplies ready, let's get to painting and remember to trust the process!



Get Creative

Step 1: To create a glow in the dark illusion, draw one object. It can be a solid one. The key is to layer one colour on top of another, so be sure to draw something that is wide and spacious. In this segment, we are going to draw a light bulb. Don't fret if your shape isn't perfect; the best part about this is that we have a lot of room for error.

Step 2: Scoop out some white paint. We need clean, thick lines, therefore try to add as little water as possible! Line the drawing with white completely, to create a base for future steps.

Step 3: In this step, we mix yellow with white to create a light yellow tone (with 2 parts white and 1/4 part yellow). Use the yellow to paint beside the white line that you painted in step 2.

This should create a border beside the white line on both sides. Only paint the yellow on the outer part of the bulb and leave the inner heart as it is.

Step 4: Now scoop out some yellow paint - just as you bordered the light yellow beside the white line, repeat in this step, and border the light yellow lines on both sides.

Step 5: Wait for the outer bulb to dry. Once it is completely dry, we move on to the inner heart. (Mix 2 parts white and 1/4 part red to create a light pink.) Border the white lines with light pink, just like you lined the light yellow in the outer bulb.

Step 6: Time to scoop out your red paint! Repeat step 4, and create a border with red beside the light pink as well. The lines that you've painted altogether should create a glow-like effect on the object you drew! Isn't that amazing?

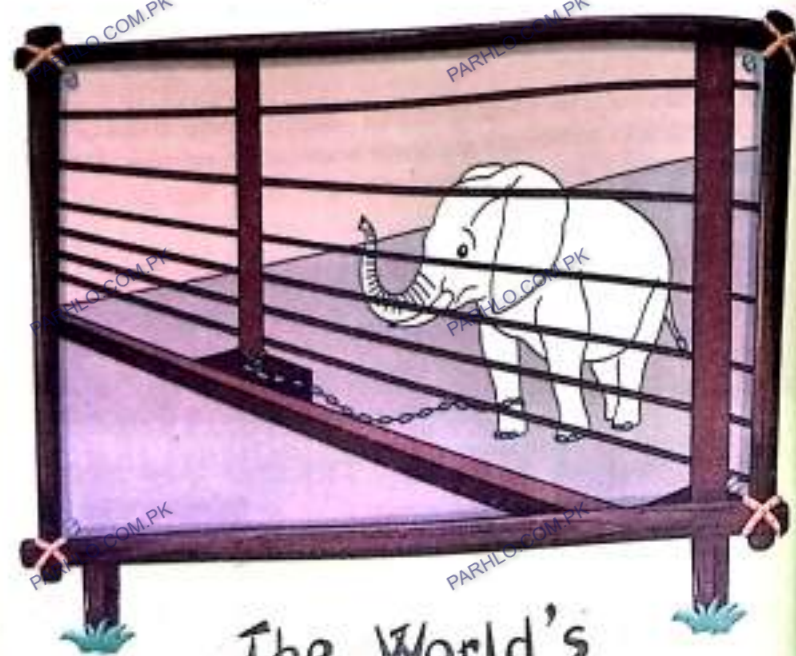
Remember it doesn't have to be perfect, it just has to be perfect to you!

If your lines are messy, that is completely okay - the art is yours, and your messiness is what makes it absolutely unique.

Step 7: And of course, we can't finish a painting without some twinkle! So grab your paintbrush and some white paint, and draw little sparkles around the bulb to make it glow a bit more. Your glow in the dark painting is now ready!

Send your paintings to us at contributionnaunehal@gmail.com and claim your artist award! The best artworks will get a free gift sent to them as a token of appreciation. Happy painting, dear artists!





The World's Loneliest Elephant

Urooj Saad

This is the story of Kaavan, the elephant.

Back in 1985, when he was just a year old and enjoying life at Sri Lanka's Pinnawala Elephant Orphanage, Kaavan was transported to Pakistan, as a gift from the Sri Lankan government. After that, he spent a long time in the dull, desolate enclosure of the Marghazar Zoo, in Islamabad.

Without his companions and natural habitat, Kaavan's life was more than miserable at the zoo!

He remained chained up, with no proper care of any sort and his only companion, Saheli, was a female elephant who shared Kaavan's enclosure, and who could not put up with the dejecting conditions of the zoo and the negligence of their handler. She sadly died in 2012.

After Saheli's death, Kaavan became 'the world's loneliest elephant.' He seemed fed up with his solitary life, with permanent scars of chains on his legs and bruises of the bullhook all over his body, with which his handler used to poke him.

The poor creature showed his anger and depression by bumping his head on the walls of the shed and fences! The zoo management had failed to provide a proper environment, food and care to the only Asian elephant in Pakistan, violating animal rights.

Then, in 2016, a group of volunteers called 'Friends of Islamabad Zoo' noticed Kaavan's pathetic conditions and brought it to light. Later on, another animal rights group called 'Four Paws International' joined hands with the Pakistani volunteers.

But, Kaavan's case actually came to full light, when the Oscar-winning American actress and singer Cher and her legal team, pursued the case all the way up to the Supreme Court of Pakistan.

Finally, the jubilant moment arrived when the court ordered for Kaavan's freedom! Freedom not only from chains, but also from the poorly-managed, inadequate environment of the zoo that remained his unwanted home, for thirty five long years.

Special arrangements were made to airlift Kaavan to take him to his new home in Cambodia, on a Russian cargo plane. The animal enthusiasts bade him a fond farewell at the Marghazar Zoo.

Kaavan finally reached a Wildlife Sanctuary in Cambodia on December 1, 2020, where he has been able to live and interact with other elephants in a natural habitat. We wish him a happy new life and all the best!



Dear Diary,
I am a talkative girl, but I try not to be too talkative. No one understands that I am also worried about this habit of mine. They just scold me all the time. I want to get rid of this habit. Kindly tell me how I can control it.

Regards,
A worried girl from Mirpur Khas

Hello,

The fact that you are talkative means that you feel very comfortable and confident in communicating your feelings and thoughts, and that's a positive trait! One should always know how to voice their opinions out loud and that's something a lot of people struggle with, so it's okay if you are talkative - but it's also important to know when to talk.

Your parents can help you set up some boundaries and can even help you to pick up on social cues and body language - if you feel or see that the other person isn't interested or comfortable in a conversation, you can simply keep it short and not delve into too many details. If talking is important to you, then understand that listening is just as important. To instill this habit of listening, you can try playing a quiet game with your family. In this game, whoever breaks the silence first, loses. Try to build up the ability to be silent in a room, and realise that not every thought needs to be spoken out loud.

Patience is key and that requires practice, practice, practice!

If you feel an urge to say something in the moment, ask yourself if that really needs to be said out loud or try writing your thoughts down, instead. By writing it down, even if it is only a few words, you'll feel more reassured. But above all, be kind to yourself and understand that molding this habit of yours will take time and that's okay. Being talkative isn't a problem, but knowing and understanding when it is important to talk is a skill and all skills require practice.

Curious about how things around you work but not sure who to ask? Send an email to contributionsnaunehal@hamdardfoundation.org and we will publish your question.



Sarah Wazir

Bakers - Bake it till you Make it

Becoming a baker is one of those fantastic career paths that combines your passion and profession! Many people love baking at home, because it can be a cheap way to provide very tasty bread, pastries, and cakes, but that's not all - it could also be because it's a creative outlet.

Professional bakers can be found in many walks of life, from unique bakeries to supermarkets, to even factories and hotels. The role can be exhausting and the work tiring in a hot kitchen, but it's also rewarding, especially once it results in some very tasty products! Read on if you want to know more about becoming a baker!

Plan Ahead

Although many bakers are focused on baking bread or other savory baked goods, some prefer and specialize in creating desserts and other baked goods. Bakers work in industrial kitchens or commercial bakeries, and these can be noisy and dangerous places! Baking ovens are a lot more powerful than regular ones and can operate at even higher temperatures. Aside from kitchen work, bakers often work in a shop, dealing directly with customers and employees. They might also spend plenty of time on the road, delivering bread to customers or other clients.

It's important to have a little preparation ahead of time, and it's even more crucial to try to gauge as many skills in the kitchen as possible – the knowledge of bulk baking and food production methods – requires practice and an eye for detail and time management. You should also study up on health and safety awareness and practice working well with your hands!

Now that we have explored the skills necessary to pursue a rewarding career in baking and patisserie arts, there is a wide range of career opportunities that are available in this industry!

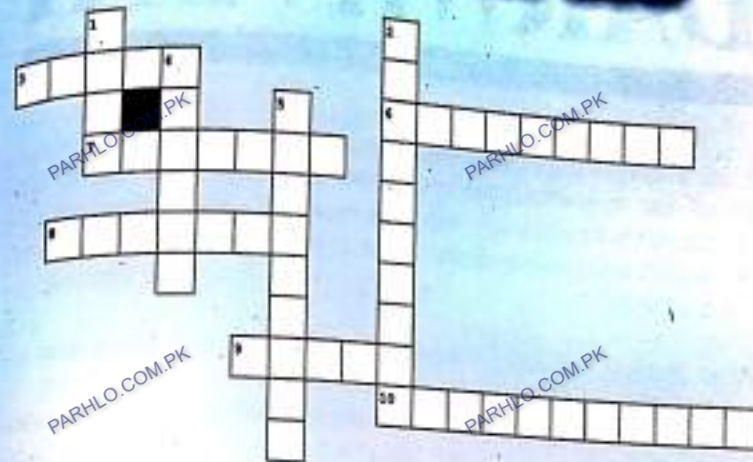
You could become a 'Line Chef' and this is how most students initiate their careers! They are responsible for handling one particular part of the kitchen and as line chefs, they are responsible to prepare ingredients prior to baking and assist head chefs in any other numerous kitchen tasks.

There are various beginners' courses that you can explore and undertake in Pakistan. PSDF offers the basic training, with other additional advantages as well. The courses they offer are rather broad and offer all required competencies for the trade!

Be sure to conduct your own research when it comes to picking the right course for you and remember, life is what you bake of it!

What do you want to be when you grow up? Send us your queries and thoughts at contribution@unehal@hammadrfoundation.org!

The Vocabulary Wizard is Here to Test You



Across

1. (Verb) Make a slight shrinking movement of the body, out of pain or distress.
6. (Adjective) Not easily convinced; having doubts.
7. (Verb) Make a quick, short movement up and down.
8. (Verb) (of something) To shine or sparkling light.
9. (Verb) Avoid by a sudden quick movement.
10. (Adjective) Greatly surprised or amazed.

Down

1. (Noun) A ball shaped handle on a door or a drawer.
2. (Verb) Appoint (someone) to a specified office or post.
4. (Noun) Carve, mold or stamp (a design) on a surface.
5. (Adjective) (Of two or more people) In full agreement.



DARWIN DAY

Zahra Ashraf

A boy of only 8, born into a wealthy family in England, was a free thinker and showed a great amount of interest in nature - much like his grandfather before him, who was a great physician, inventor, and a poet who had developed his own theories on the evolution of many species!

When that boy turned 16, he spent the summer as an apprentice doctor with his father, helping the poor patients of the city. Soon, the boy found surgery quite distressing and considered the lectures boring, so instead, he focused his attention on taxidermy - a way of stuffing the body of an animal, so that scientists or museum visitors can see what the animal was like when it was alive.

That boy was Charles Robert Darwin.

At student societies, Darwin was made aware of the 'freethinkers' arguments that animals and human beings possess all the same mental capacities. After spending a few days in Barmouth, Darwin got a letter from Henslow, and was given a chance to take his place as a suitable naturalist on a vessel called the HMS



Beagle, with captain Robert Fitzroy. The ship was due to leave in four weeks' time, on an expedition to chart the coastline of South America.

Darwin's father objected to his son's two-year voyage, believing that it was a waste of time, but was persuaded by his brother-in-law to change his mind.. The voyage lasted almost five years! Darwin spent most of that time on land, investigating geology and making natural history collections. He kept careful notes of all of his observations and theoretical speculations. He gathered data on animal distribution and the connections between extinct and existing species, and in the end, discovered that the current surviving species have some traits in common with other extinct species that lived millions of years ago!

He theorised that evolution is a very slow and gradual process, concluding that evolution took place over a very long period of time. He introduced and explained the natural selection theories, like the survival of the fittest species. Giraffes were highlighted by Charles Darwin as a prime example of natural selection; their long necks allowed them to access food that was high up in trees, giving them advantage over other animals and members of their own species, who had shorter necks. The giraffes with the longer necks flourished and had more offspring, giving rise to generations of giraffes with distinctively long necks. Charles Darwin was a man who shaped the way in which we think about evolution in modern times.

His theory of 'evolution by natural selection' is the foundation upon which modern evolutionary theory is built on. Although the rest of the world was slow to embrace natural selection as the mechanism that drives evolution, the concept of evolution itself gained widespread traction by the end of Darwin's life.

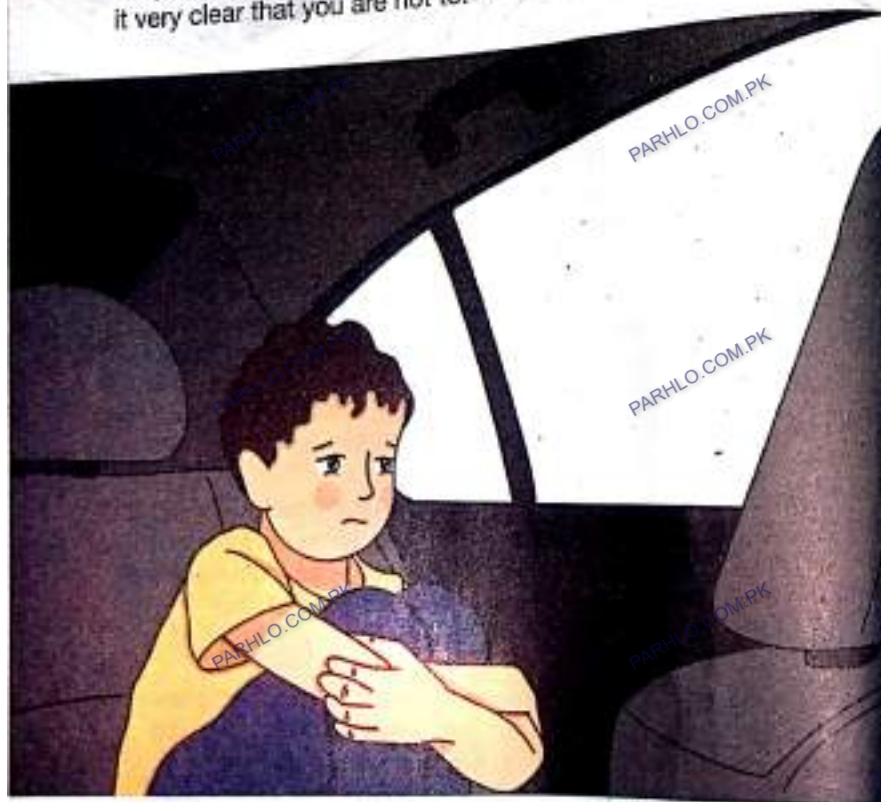
On February 12th, people all around the world celebrate 'Darwin Day' to commemorate his birthday - that day is used to highlight Darwin's contributions to science and to promote science in general!

Black Bird Town

Aamnah Mansoor

Now, one of the most fascinating things about this place is its ability to transform within the span of minutes.

"Zayaan, are you listening to that podcast again? I thought I'd made it very clear that you are not to!"



"But Mom, we're visiting the very same place that they're talking about in the podcast! I mean, shouldn't we be aware of the danger it holds for us, before we go there?" The boy of seven protested, as his mother took the phone away. "And I told you that these are all just myths and the stories are fake! People make up stories all the time, Zayaan, there is nothing that you should be scared of," his Mom said.

"Okay, but can't I listen to it more?"

"No! Do you not remember what happened the last time you listened to this podcast? You refused to go out of the house after sunset for a whole week, because you believed that Mrs. Qaiser was going to kidnap you!"

"Well, she is scary looking," Zayaan muttered under his breath, defensive. His family was out for a road trip; one which they had all planned for weeks upon the persuasion of his Mom! She had insisted that she wanted to visit this place called "Black Bird" - a town that was a notorious spot for mysterious happenings and it was a place not visited by many.

"Zayu beta, come on! Look around; there is nothing scary about this place, alright? There are no dangerous creatures roaming about; I mean, they are all just people," his Mom said, trying to bring him out of his trance. It was true - the place that he had been imagining for the past eight hours looked nothing like what he had pictured in his head.

"Let's go and eat something, so we can finally start our tour!" His Dad suggested, as he parked the car and the trio hopped off, when Zayaan suddenly screamed, "AHHH!"

He ducked back into the car, whimpering, "No, no! I'm scared, there are monsters out there!"

"Zayu, it was just a bird. It won't hurt you - let's go and eat something. You'll feel better then," his Dad said, patiently.



Book Worms

Reluctantly, Zayaan stepped out of the car timidly and began to follow his parents to a small cafe, that was located across the street. As they were crossing the road, Zayaan couldn't help but feel that someone was looking at him!

As he began to look around, he spotted a pair of emerald eyes, trained right on him from inside the cafe! The uneasy feeling in his stomach intensified with each step, and soon his Mom was pushing open the door of the cafe.

A wind chime sounded at the door opening, but all of Zayaan's attention was fixated towards the left, where he could see the owner of the piercing eyes. But, to his surprise, there was no one there!

He swiftly looked around the cafe and noticed that it was empty, except for an old woman working at the counter, with her back towards them. Upon approaching, she finally turned around and the first thing that Zayaan caught were her eyes - which seemed like two emerald marbles, situated within her eye sockets! "I need to use the bathroom, Mom," the little boy said.

"Alright, let me ask her. Hello, excuse me Ma'am," his Mom said, addressing the old lady. "Could we use your bathroom, please?" The woman nodded her head and pointed a finger towards her left, without saying anything.

Her emerald eyes seemed to pierce through Zayaan's soul! There was something about her that screamed danger, but he couldn't point it out. Pushing that thought aside, he followed his Mom to the bathroom and they had just entered it, when suddenly, the electricity went out! The bathroom, having no windows, was plunged into total darkness - with just the sound of running water echoing amongst the tiles.

The pit in his stomach dug deeper! "Well, I guess we can come back when the light comes back on," his Mom said, unbothered by this turn of events.

Suddenly, the door swung open and a gruff voice spoke up, "Are you okay in there?"

"Yes, yes, we were just about to come out!"

"Alright then. Come on, I'll hold the door open for you."

Taking small, cautious steps, they successfully made their way into the dining area, which was also nearly pitch black. "Can I ask why it is so dark in here? I mean, isn't it just 4 o'clock in the evening?"

"Oh, no. You must have the time wrong - it's actually 6 o'clock."

"6 o'clock? Oh, heavens! But how can it be so late? We were supposed to be on the road at this hour... Now we can't start our journey in the dark, at night. Come on, Zayaan, we have to find your father now."

"Well, you can't just leave now! You must stay the night here - after sun down, I mean, it's not safe for you to roam around, or be out on the streets-"

"Oh, don't tell me that you, too, believe in all the stupid tales as well! It's bad enough that I heard them enough from my son, but now you, I guess this town really is filled with delusional people."

"I'm not delusional, my girl, you are just ignorant. If you don't believe me, then why don't you try going out the door?"

"I'm not just going out this door, but I'm getting out of this town, right now!" She tried to grasp her son's hand in the dark, but failed to locate it. "Zayaan? Zayu, come on."

"I'm sorry, dear, but I can't let you go and without your son, you won't be able to..."

"What do you mean? Where is he?"



"He's here, but you won't be able to get to him... until the sun rises."

"What have you done with my son?! Give him to me, now!"

"I'm sorry but this is the only way to keep you safe..."

"Safe from what?"

Look outside. You won't find any people, just monsters out there... Would you like me to send you out to them?" Zayaan's Mom looked out the window, scared and confused, and saw horrible creatures that could neither be described as human, nor any animal that she knew of - rather it was a horrifying mix of both! They had the bodies of crows, but their faces looked part bird, part human.

They had long beaks and beady eyes, but their features reminded her of people that she had seen before.

One of the monsters was coming closer to the window, its face pressed up against the glass and that's when she realised it was her son! "ZAYAAN!" She screamed, before everything went black!



The Silliest Teacher in School

Darren Sardell

Our teacher gave detention to the fountains in the hall. She handed extra homework to the artwork on the wall.

We saw her point a finger at a banner and a sign. She said their bad behaviour was completely out of line.

The principal approached her and said, "What is all this fuss? I heard you tried to punish all the tires on a bus.

"You've made the teachers angry by disrupting all their classes, so if you want to keep this job you have to wear your glasses!"

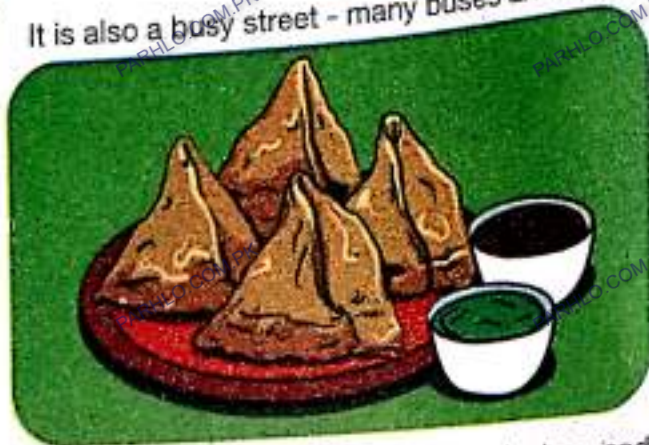


By: Syed Abdullah

The Busiest Street in Karachi

Burns Road! The street is filled with the aroma of fresh and delicious food and half of your stomach gets full, by simply going and smelling that aroma.

It is also a busy street - many buses and cars pass through, making it polluted.



When you enter the street, you hear people screaming and all the engines making noise, and you

see people eating food, drivers on the bus, and conductors hanging outside the bus doors, like monkeys. Passengers are ready to get off or onto the bus, like parkour!

When you enter the street, the waiters of various shops are ready to take your order and will delightfully serve you! If you want to talk, you have to speak a little louder because of the clamour in the surrounding.

There are more than a 100 shops ready to serve you their delicious food at the moment, in just approximately 10

minutes.

There are many illegal food stalls on the road and even the policemen eat from there!

After sunset, at approximately 7 p.m, all the fancy lights on every shop are turned on and the people also get off from their office at about 5 or 6 p.m, so they all come here to indulge their taste buds! You will even see international bloggers vlogging about their experience and tasting the food there, and also reviewing and persuading their viewers to come here - the treasure of food that is only available in Karachi Burns Road!

You eat food from the spiciest to the sweetest - whatever you want, you get!

Our famous dessert is called 'Gola-Ganda' and it comes to you in a big circular box, looking like a gorgeous piece of the arctic, that is slowly melting and more astonishing, is that you get it at such a low price. It is a large quantity of crushed ice with a variety of what's even get it at quantity of colourful and tasty flavours. Pakistan's traditional and national food, 'Biryani' is also served here, with the best smell of cinnamon and many more spices included! You will never get this type of biryani anywhere except in Pakistan!



By: Zainab, Musa & Ibrahim

The Magic Cow

Once there was a farmer named Thomas and he was a poor man. He had a small piece of land and had only one cow but despite his conditions, he was always happy. His two neighbours, Garry and Jack, were rich farmers. They had many cows and lots of land, but they were always unhappy with what they had! "I want a castle made of gold," said Garry. "Yes! We could have more servants to take care of our lands and we could have more cows!" Jack said.

One day, Thomas passed them by with his cow, and he smiled at them, like always. Garry and Jack wondered, "How is he so happy? He has a very little piece of land and only 1 cow!"

"Maybe it's his cow that makes him happy... Let's buy his cow!" They both agreed. So they went to Thomas and said, "We want to buy your cow! We are ready to pay you 45 gold coins for it." But Thomas denied and replied, "I am happy with my cow - it is healthy, and I don't need to sell it."

They both left quite angrily and decided to teach him a lesson. It was night time and they snuck onto Thomas's

land and lit all his crops on fire! Thomas woke up the next morning, due to all the commotion and he looked out of his window and saw all his crops and land burnt! Thomas rushed out and cried, "NOO!! All my hard work!"

He told himself to be patient and to not lose hope. He was sure that he would be able to cope with the situation and that something better would happen.

The next day, Thomas decided to sell his cow since he didn't have enough food to feed it. He only had 4 silver coins left so he put them in a tiny sack and attached it to the cow's collar. He went far out of his village, looking for somebody who would give him more money for his cow. Once he reached the village, he tied his cow under the shade of a tree and went to refresh himself after the long journey.

A man came out of his shop and saw the cow, and as he came closer, a silver coin dropped out of the tiny sack and he was surprised! He thought that it was a magic cow! When Thomas came back, the man immediately offered him 600 gold coins for the cow. "Oh, my God! That is a lot of money!" Thomas said to the man.

The man thought that Thomas didn't even know that it was a magic cow - this was the man's lucky day, indeed!

Without wasting another minute, Thomas accepted the offer and left with the money. His neighbours, Garry and Jack, were waiting for him to come back, so that they could see him upset. But, instead, Thomas came back and looked very happy! "Aren't you sad, Thomas?" They both asked, enviously.

"No. Not at all - I'm actually very happy since a man offered me 600 gold coins for my cow!"

"600 GOLD COINS!?" They both said, shockingly.

"Yup," Thomas replied, and happily went into his tiny cottage. He used that money to buy more land, more cows and food. Soon, Thomas became the richest farmer in his village but he was always very grateful.



Zainab Ammar

My Dream Job

There are lots of careers, professions, and jobs in our society, but from the very beginning of my school, I have always loved teaching very much!

Some people think that teaching is not a good career as it requires a lot of strength and energy, and the reward in terms of salary is not as good as it should be. But I don't agree with this approach, because I think that teaching is more than a profession.

I want to teach for a reason which is beyond monetary benefits. I like to help others by giving them required knowledge or by solving their problems. And when someone gets knowledge and his/her problem is solved, that is my reward! I believe that teaching is the career through which I can bring smiles to hundreds of faces, and transfer knowledge to many.

I wish to become a teacher someday and then I would start dressing up for my first day in some school, college, or university. I would go into my class and instead of telling the children to start studying, I would take them to the ground for some healthy fun! I would create a bond with my students. I do not like pressuring others with a lot of work, but sadly, this is what mostly educational institutes are doing. Students are under a lot of pressure and don't get enough time to play or do an outdoor activity.

They are always doing assignments or are busy memorising lessons. Sometimes, students are not given enough breaks, and even on the weekends, they can't go outside!

So, if I were a teacher, I would ask them to use their brains through numerous activities so that they know something besides the syllabus and chapters of specific, selected books. I would teach them by relating the terms with daily life examples, so that they can apply them in their life too. I will be so happy to make their daily routine healthy and efficient. Bringing smiles to hundreds of faces is my aim. I wish to achieve my goal in the future, InshAllah!

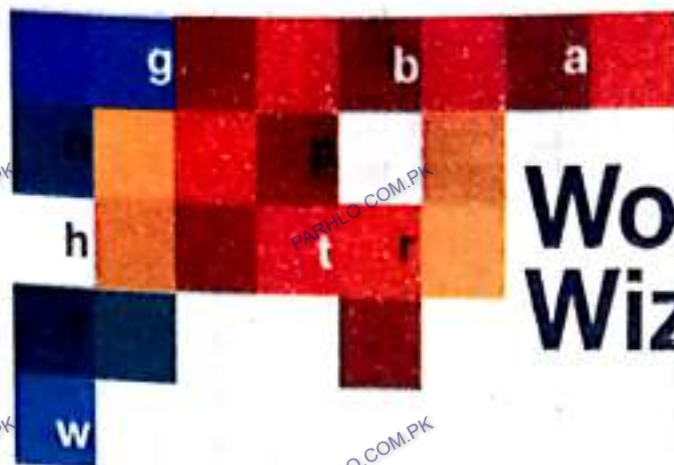


RIDDLES

- 1 The letter N
- 2 To give Lemon-aid
- 3 Your reflection in the mirror
- 4 Water
- 5 A sad zebra
- 6 A bowling ball
- 7 A traffic light
- 8 A pearl

Word Search

I	R	R	E	T	A	N	H	S	W	U	T	N	K
E	N	D	B	M	C	T	S	C	A	M	B	L	M
T	S	C	T	T	E	S	H	R	D	I	S	H	
H	C	O	L	L	A	R	E	A	O	M	H	I	
R	R	T	A	I	L	M	L	T	P	U	R	R	S
E	E	N	E	A	B	P	T	C	T	K	T	U	K
T	P	B	A	I	L	I	E	H	T	I	R	R	E
U	A	N	H	R	A	H	R	I	C	T	E	S	R
N	W	C	E	C	H	C	R	S	P	T	A	T	S
A	S	M	K	I	K	O	B	W	M	E	T	R	E
S	M	E	O	W	E	R	E	A	S	N	S	E	
T	D	I	S	H	T	C	D	L	T	P	T	P	
E	H	P	A	R	H	I	C	C	H	R	R	C	H
U	A	C	E	T	I	M	R	T	S	C	N	H	T



Word Wizard

Dear readers
Find out what
these words
mean. You may
have come
across them in
different stories
in this issue.

- Dilapidated (Adjective) (Of an object) In a state of disrepair
- Convivial (Adjective) Cheerful, friendly, lively
- Colonial era (phrase) Of or relating to a period of when an area is being controlled by non-natives
- Trance (Noun) A half-conscious state
- Apprentice (Noun) A person learning a trade from a skilled employer, a beginner
- Speculations (Noun) The forming of an idea without firm proof
- Adorn (Verb) Make more beautiful
- Credibility (Noun) The quality of being trusted
- Monotonous (Adjective) Dull, repetitive, lacking in interest
- Retaliation (Noun) The action of returning a military attack
- Badger (Verb) Repeatedly ask someone to do something
- pester
- Desolate (Adjective) An empty place / being unhappy